هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ   رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق
قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی

تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ نومبر سنہ ۳۸ء

رمضان میں تحریک جدید سے اور تحریک جدید میں رمضان سے فائدہ اٹھاؤ

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالےٰ کے فضل نے پھر ہمیں وہ

بابرکت مہینہ

دکھایا ہے۔ جس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن۔ کہ یہ وہ رمضان مہینہ ہے۔ جس میں قرآن اترا ہے۔ یا جس کے بارے میں قرآن اترا ہے۔ حدیثوں سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ ہر سال رمضان میں جبریل رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس سال آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمیشہ جبریل رمضان میں ایک دفعہ میرے ساتھ تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ مگر اسی دفعہ دو دفعہ اس نے تلاوت کی ہے۔ جس سے میں سمجھتا ہوں۔ کہ میری وفات قریب ہے۔

تو جب تک دنیا میں قرآن کریم کی خوبیوں کو تسلیم کرنے والے لوگ باقی ہیں۔ جب تک قرآن کریم کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہے۔ اس وقت تک

رمضان کی عظمت

بھی لازمی طور پر قائم ہے۔ اور دراصل جو مہینہ قرآنی برکات کے نزول کا موجب ہوا ہے۔ اس کی قدر اور اسکی عظمت کا اندازہ ہمارے دل لگا نہیں سکتے۔ معمولی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو لوگ عرصہ دراز تک یاد رکھتے ہیں۔ عورتوں کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ ان کی ساری تاریخ بچوں کی پیدائش پر ختم ہو جاتی ہے۔ جب پوچھا جائے۔ فلاں واقعہ کب ہوا۔ تو کہیں گی فلاں بچہ کی پیدائش سے چار ماہ پہلے یا چار ماہ بعد۔ گویا ان کے لئے دنیا کی تاریخ کا اندازہ ان کے بچوں کی پیدائش سے ہوتا ہے۔ وہ بچے آگے کس حیثیت کے ہوتے ہیں۔ یہ دوسرا امر ہے۔ بعض دفعہ وہ اچھی حیثیت کے بھی مالک بن جاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات وہ اپنی

زندگی سے بھی بیزار

ہوتے ہیں۔ بھوکے مر رہے ہوتے ہیں۔ ان کی اولاد بھی بھوکی مر رہی ہوتی ہے۔ ان کی بیوی کو بھی تن ڈھانکنے کے لئے کافی کپڑا نہیں ملتا۔ ان کے پاس کوئی مکان نہیں ہوتا۔ جس میں وہ رہائش اختیار کر سکیں۔ انہیں کوئی کام نہیں ملتا۔ جس سے وہ اپنا گزارہ کر سکیں۔ اور اگر کام ملتا ہے۔ تو گزارے کے مطابق تنخواہ نہیں ملتی۔ اور اگر کام کے لحاظ سے تنخواہ معقول ملتی ہے۔ تو کھانے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ غرض ان کی زندگی

تکلیف اور مصیبت کا ایک غیر متناہی سلسلہ

ہوتی ہے۔ مگر ایک ماں دنیا کے سارے کاموں کی بنیاد انہی کی پیدائش پر رکھتی ہے چاند گرہن اور سورج گرہن عالم سفلی کے ادوار کا ایک عجیب کرشمہ ہیں۔ اور اس عالم کے بڑے بڑے کل پرزوں کی رفتار سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر وہ سورج گرہن اور چاند گرہن کو بھی اپنے بچوں کی پیدائش کے ساتھ ملا دیتی ہیں۔ کہیں گی۔ فلاں سورج گرہن اس وقت ہوا۔ جب فلاں بچہ میرے پیٹ میں تھا۔ یا فلاں چاند گرہن اس وقت ہوا۔ جب میرا فلاں بچہ پیدا ہوا تھا۔ یا اتنے مہینے اس کی پیدائش میں باقی تھے۔ تو ان کی ساری دنیا ان کے بچوں میں ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بچے ان کے ہوتے ہیں۔ پس اگر ایک عورت تمام دنیا کی تاریخ اپنے بچوں کے ذریعے یاد رکھتی ہے۔ تو ہمیں جس مہینے سے قرآن کا نور ملا۔ اسکی عظمت اور شان کو پہچاننا اور اس کے انوار اور برکات کے حصول کے لئے بیتاب ہو جانا ہمارے لئے جس قدر ضروری ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

غرض رمضان اسلام اور ایمان کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور جس شخص کے دل میں بھی

اسلام اور ایمان کی قدر

ہوگی۔ وہ اس مہینہ کے آتے ہی اپنے دل میں ایک خاص حرکت اور اپنے جسم میں ایک خاص قسم کی کپکپاہٹ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتنی ہی صدیاں ہمارے اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان گزر جائیں۔ کتنے ہی سال ہمیں اور ان کو آپس میں جدا کرتے چلے جائیں۔ کتنے ہی دنوں کا فاصلہ ہم میں اور ان میں حائل ہوتا چلا جائے۔ لیکن جس وقت رمضان کا مہینہ آتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان صدیوں اور ان سالوں کو اس مہینہ نے لپیٹ لپاٹ کر چھوٹا سا کر کے رکھ دیا ہے۔ اور ہم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی قریب نہیں۔ چونکہ قرآن خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس لئے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس تمام فاصلہ کو رمضان نے سمیٹ سماٹ کر ہمیں

خدا تعالےٰ کے قریب

پہنچا دیا ہے۔ وہ بُعد جو ایک انسان کو خدا سے ہوتا ہے۔ وہ بُعد جو ایک مخلوق کو اپنے خالق سے ہوتا ہے۔ وہ بُعد جو ایک کمزور اور نالائق ہستی کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا سے ہوتا ہے۔ وہ یوں سمٹ جاتا ہے۔ وہ یوں غائب ہو جاتا ہے۔ جیسے سورج کی کرنوں سے رات کا اندھیرا۔ یہی وہ حالت ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ جب رمضان کا مہینہ آئے۔ اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں۔ کہ ہم انہیں کس طرح مل سکتا ہوں تو تُو انہیں کہدے۔ کہ رمضان اور خدا میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں خدا اپنے بندوں کے لئے ظاہر ہوا۔ اور اس نے چاہا۔ کہ پھر اپنے بندوں کو اپنے پاس کھینچ کر لے آئے۔ اس کلام کے ذریعہ جو

حبل اللہ

ہے۔ جو خدا کا وہ رسہ ہے۔ جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسرا مخلوق کے ہاتھ میں۔ اب یہ بندوں کا کام ہے۔ کہ وہ اس رسّہ پر چڑھ کر اپنے خدا تک پہنچ جائیں۔ شائد عام طور پر رسے پر چڑھنے کی قیمت کا اندازہ ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ لیکن جہازوں میں یہ اندازہ بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ جہازوں میں رسی کی سیڑھیاں ایک لازمی ایک لازمی چیز ہیں۔ جب جہاز کسی بندرگاہ پر پہنچتا ہے۔ تو قانون کے مطابق جہاز کے کپتان کو یہ اجازت نہیں ہوتی۔ کہ وہ بندرگاہ تک اس جہاز کو لے جائے۔ وہ چند میل بندرگاہ کی حدود سے باہر جہاز کو کھڑا کر دیتا ہے۔ اور بندرگاہ سے ایک پائلٹ آتا ہے۔ جو بندرگاہ کے رازوں سے واقف ہوتا ہے۔ جب اس کی کشتی جہاز کے قریب پہنچتی ہے۔ تو اوپر سے ایک رسہ لٹکایا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ ایک سیڑھی بھی ہوتی ہے وہ رسہ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے اوپر چڑھ جاتا ہے۔ تو رسّے کا صحیح مفہوم جو

واعتصموا بحبل اللہ

میں بیان کیا گیا ہے۔ اسے انسان جہازوں میں ہی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ کہ کس طرح رسے وہاں سیڑھیوں کا کام دیتے ہیں۔ سو قرآن کریم کو اللہ تعالےٰ نے رسے کے طور پر لٹکایا۔ اور فرمایا۔ تم اسکو پکڑ کر اوپر چڑھ آؤ۔ مگر دیکھنا۔ اکیلے نہ آنا۔ بلکہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ باقیوں کو بھی لپیٹ لپاٹ کر اپنے ساتھ شامل کر لینا۔ اور سب کی گٹھڑی باندھ کر ہمارے پاس لے آنا۔ گویا یہ ایک ایسا دعوت نامہ ہے۔ جو کسی فرد سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کو اس میں شامل کیا گیا ہے۔ جیسے ایک دعوت نامہ تو یہ ہوتا ہے۔ کہ فلاں وقت آپ ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ اور کھانا تناول فرمائیے۔ اور ایک دعوت نامہ یہ ہوتا ہے۔ کہ فلاں وقت صرف آپ کی ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے بیوی بچوں اور ملازموں کی بھی دعوت ہے۔ سو قرآن وہ دعوت نامہ ہے۔ کہ جس نے بھی اسے کھولا۔ اس نے اس میں یہ لکھا ہوا نہیں دیکھا۔ کہ صرف تمہاری دعوت ہے۔ بلکہ اس نے یہ لکھا ہوا دیکھا۔ کہ تمہاری اور تمہارے سب جاننے والوں کی دعوت ہے۔

غرض رمضان آتے ہی

اللہ تعالےٰ کی یاد ہمارے دلوں میں

تازہ کر دیتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے تمہاری طرف ایک رسہ پھینکا گیا ہے۔ جو آج بھی لٹک رہا ہے۔ اور آج بھی اس بات کا موقع ہے۔ کہ تم اس رسہ کو پکڑ کر اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچ جاؤ۔

ابھی ایک دو دن ہوئے۔ مجھے اس کے متعلق

ایک عجیب کشفی نظارہ

نظر آیا۔ میں سحری کی انتظار میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ جیسے پہاڑوں میں ٹنلز ہوتی ہیں۔ اور ان میں بورنگ کر کے اندرونی طور پر ایک گول سا رستہ تیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مجھے معلوم ہوا۔ کہ جَوّ میں ایک گول رستہ بنا ہوا ہے۔ کہ جو تانگے کی ریل کے اندرونی سوراخ سے مشابہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ تانگے کی ریل کا سوراخ چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر وہ سوراخ بڑا تھا۔ یا یوں سمجھ لو۔ کہ جیسے آگ جلانے والی پھکنی ہوتی ہے۔ اور اس کے اندر ایک گول سا سوراخ ہوتا ہے۔ جس سے آر پار نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح جَوّ میں ایک گول رستہ بنا ہوا ہے۔ اور اس کے ایک طرف خدا تعالیٰ کی ذات بیٹھی ہے۔ اور دوسری طرف میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور اس میں سے مجھے اللہ تعالےٰ کا اس قدر قرب معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کائنات کے راز آپ ہی آپ کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات اتنی قطعی اور یقینی ہے۔ کہ دنیا کی تمام چیزیں اس کے مقابلہ میں مشکوک اور مشتبہ نظر آتی ہیں۔ کئی منٹ تک برابر یہی کیفیت مجھ پر طاری رہی۔ اور اس ٹنل کے ایک سرے پر بیٹھے ہوئے اللہ تعالےٰ سے جو اس کے دوسرے سرے پر بیٹھا تھا۔ دل ہی دل میں باتیں کرتا رہا۔ اس وقت کی کیفیت ایسی ہی تھی۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مقام پر لکھا ہے۔ کہ سورج کی ذات میں شُبہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے وجود میں شبہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں اپنے وجود میں شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی ذات میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کی باتیں میں نے اس وقت اللہ تعالےٰ سے کیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تیرا وجود ایسا یقینی ہے۔ اور ایسا شکوک کو دور کرنے والا۔ پھر تو کیوں چھپا ہوا ہے۔ اور کیوں میرے لئے اور اپنے دوسرے بندوں کے لئے کامل تجلی کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔

اس کشف کا مفہوم

وہی تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ کہ دیکھو رمضان میں اللہ تعالےٰ بندے کے کتنے قریب ہو جاتا ہے۔ بہت دفعہ انسان غلطی سے اس قرب کو محسوس نہیں کرتا۔ جیسے پیٹھ کے پیچھے اگر بالکل قریب آکر بھی کوئی شخص بیٹھ جائے۔ تو انسان معلوم نہیں کر سکتا۔ کہ میرے پیچھے کوئی بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن اگر اس کا منہ اسکی طرف پھیر دیا جائے۔ تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص میرے کتنے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ٹنل کا نظارہ دکھا کر مجھ پر ظاہر فرمایا۔ کہ اگر ہم پردہ دور کر دیں۔ تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو۔ کہ ہم تمہارے کتنے قریب ہیں۔ مگر چونکہ اللہ تعالےٰ اور مخلوق کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے لوگ اس بات کو سرسری نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے قرب کو محسوس نہیں کرتے۔ تو رمضان اپنے ساتھ بہت سی برکات لاتا ہے۔ اور اس میں خدا اپنے بندے کے قریب آجاتا ہے۔ اور گو وہ برکات جو رمضان اپنے ساتھ لاتا ہے۔ بہت سی ہیں۔ مگر میں اس وقت چار امور کی طرف احباب کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلا دیتا ہوں۔

اول۔ رمضان میں انسان کو نیکی کی مشقت کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا میں انسان محنتیں کرتا ہے۔ اور آوارگی بھی کرتا ہے۔ جو آوارہ لوگ ہوتے ہیں۔ وہ بھی کسی نہ کسی کام میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ گپیں ہانکتے ہوں۔ پھر بھی یہ ایک کام تو ہے۔ چاہے وہ ادھر ادھر پھرتے ہوں۔ پھر بھی وہ ایک کام تو کر رہے ہوتے ہیں۔ بالکل فارغ نہ انسانی دماغ رہتا ہے۔ اور نہ جسم۔ کچھ نہ کچھ کام انسان ضرور کرتا رہتا ہے۔ مگر بعض لغو کام ہوتے ہیں۔ بعض مضر۔ بعض مفید کام ہوتے ہیں۔ اور بعض بہت ہی اچھے۔ تو رمضان انسان کو ایک ایسے کام کی عادت ڈالتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں نیک کاموں میں

مشقت برداشت کرنے کی عادت

پیدا ہوتی ہے۔

انسانی زندگی کی راحت اور آرام کی چیزیں کیا ہوتی ہیں۔ یہی کھانا۔ پینا۔ سونا اور جنسی تعلقات تمدن کا اعلےٰ نمونہ جنسی تعلقات ہیں۔ جس میں دوستوں سے ملنا اور عزیزوں سے گفتگو کرنا بھی شامل ہے۔ مگر جنسی تعلقات میں سب سے زیادہ قریبی تعلق میاں بیوی کا ہے۔ پس انسانی آرام انہی چند باتوں میں منحصر ہے۔ کہ وہ کھاتا ہے وہ پیتا ہے۔ وہ سوتا ہے۔ اور وہ جنسی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ کسی صوفی نے کہا ہے۔ تصوف کی جان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کم بولنا۔ کم کھانا اور کم سونا

ہے۔ اور رمضان اس تصوف کی ساری جان کا نچوڑ اپنے اندر رکھتا ہے۔ کم سونا آپ ہی اس میں آجاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو تہجد کے لئے اٹھنا پڑتا ہے۔ کم کھانا بھی ظاہر بات ہے۔ کیونکہ سارا دن فاقہ کرنا پڑتا ہے اور جنسی تعلقات کی کمی بھی ظاہر بات ہے۔ پھر کم بولنا بھی رمضان میں آجاتا ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ روزہ یہ نہیں۔ کہ تو اپنا منہ کھانے پینے سے بند رکھے۔ بلکہ روزہ یہ ہے۔ کہ تو لغو باتیں بھی نہ کرے۔ پس روزہ دار کے لئے بیہودہ بکواس سے بچنا۔ لڑائی جھگڑے سے بچنا اور اسی طرح کی اور لغو باتوں سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس طرح کم بولنا بھی رمضان میں آگیا۔ گویا کم کھانا کم بولنا کم سونا اور کم جنسی تعلقات کرنا یہ چاروں چیزیں نہایت ہی اہم ہیں۔ اور انسانی زندگی کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ پس جب ایک روزہ دار ان چاروں آرام و آسائش کے سامانوں میں کمی کرتا ہے۔ تو اس میں مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ رمضان ہم سے قربانی کراتا ہے نیند کی۔ رمضان ہم سے قربانی کراتا ہے باتوں کی۔ رمضان ہم سے قربانی کراتا ہے کھانے کی۔ اور رمضان ہم سے قربانی کراتا ہے جنسی تعلقات کی۔ اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں وہ ہمیں اس بات کی عادت ڈالتا ہے۔ کہ ہم نیکی کے کاموں میں مشقت برداشت کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اپنے کسی استاد کا یا کسی سابق بزرگ کا یہ قول بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ گیارہ مہینے انسان حرام چھوڑنے کی مشق کرتا ہے۔ مگر بارھویں مہینے

حلال چھوڑنے کی مشق

کرتا ہے۔ یعنی روزوں کے علاوہ دوسرے ایام میں ہم یہ نمونہ دکھاتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے لئے ہم کس طرح حرام چھوڑ سکتے ہیں۔ مگر روزوں کے ایام میں ہم یہ نمونہ دکھاتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے لئے کس طرح حلال چھوڑ سکتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ حلال چھوڑنے کی عادت پیدا کئے بغیر دنیا میں حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں اکثر فساد اسلئے نہیں ہوتے۔ کہ لوگ حرام چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ بلکہ اکثر فساد اس لئے ہوتے ہیں۔ کہ لوگ حلال کو بھی ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ لوگ بہت ہی کم ہیں۔ جو ناجائز طور پر کسی کا حق دبائیں۔ مگر وہ لوگ دنیا میں بہت زیادہ ہیں۔ جو لڑائی اور جھگڑے کو پسند کریں گے۔ مگر

اپنا حق چھوڑنے کے لئے

کبھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ کہیں گے۔ یہ ہمارا حق ہے۔ ہم اسے کیوں چھوڑیں۔ سینکڑوں پاگل اور نادان دنیا میں ایسے ہیں۔ جو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دنیا میں عظیم الشان فتنہ و فساد پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ کہ دنیا کا امن برباد ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر وہ ذاتی قربانی کریں۔ تو دنیا سے جھگڑا اور فساد مٹ جائے۔ اور نہایت خوشگوار امن قائم ہو جائے۔ تو رمضان آکر ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ تم حرام ہی نہ چھوڑو۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے لئے اگر ضرورت پڑ جائے۔ تو حلال یعنی اپنا حق بھی چھوڑ دو۔ تا دنیا میں نیکی قائم ہو۔ اور خدا تعالےٰ کا نام بلند ہو۔ اس لحاظ سے

رمضان کو تحریک جدید سے ایک گہری مناسبت

ہے۔ میں نے صرف ایک کھانا کھانے کا اصل تحریک جدید میں شامل کیا ہے۔ اب دیکھو۔ دو کھانے حرام تو نہیں۔ لیکن میں نے تم کو کہا۔ کہ جو چیز حلال ہے۔ اسکو بھی تم چھوڑ دو۔ تا امیر اور غریب کا فرق دور ہو۔ اور تا خدا ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اپنے روپیہ کو بچاتے ہوئے اسے خدمت دین کے لئے خرچ کر سکیں۔ اور تا ہمیں توفیق ملے۔ کہ ہم اپنے نفس کو عیاشی اور آرام طلبی سے بچا سکیں۔ یہی رمضان کی غرض ہے۔ رمضان بھی یہی کہتا ہے۔ کہ آؤ۔ تم خدا تعالےٰ کے لئے حلال چیزوں کو چھوڑ دو۔ بیشک دوسرا کھانا حرام نہیں۔ مگر ہم نے اسے اسلئے چھوڑ دیا ہے۔ تا اس کے ذریعہ ہم بہت بڑا دینی اور دنیوی فائدہ حاصل کریں۔ سادہ غذا کے استعمال کرنے میں نہ صرف دنیوی لحاظ سے فائدہ ہے۔ بلکہ ہماری روح کا بھی اس میں فائدہ ہے۔ اور وہ خلیج جو غربا اور امراء میں حائل ہے۔ وہ اس ذریعہ سے بالکل پاٹی جاتی ہے۔

دوسرا فائدہ رمضان سے یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو

استقلال کی عادت

ڈالی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ نیکی متواتر ایک مہینہ تک چلتی ہے۔ غذا انسان کے ساتھ اس طرح لگی ہوئی ہے۔ کہ اگر ہر انسان کھانے پینے کا اندازہ لگائے تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ وہ دن بھر میں دس بارہ دفعہ ضرور کھاتا پیتا ہے۔ دو دفعہ کھانا تو ہمارے ملک میں عام ہے۔ لیکن اس کے علاوہ غربا اور امراء دونوں اس بات کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اگر انہیں میسر آسکے۔ تو تیسرے وقت کا کھانا بھی کھائیں۔ یعنی صبح کا ناشتہ کر لیں۔ کیونکہ اطباء کے تجربہ نے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ صبح کچھ نہ کچھ کھانا صحت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ پنجابی میں شاید اسے چھاہ ویلا کہتے ہیں۔ ایک زمیندار بھی اگر اور نہیں تو چھاچھ ہی پی لے گا۔ یا باسی روٹی ہی کھالے گا۔ اور اگر کسی کو زیادہ توفیق ہوگی۔ تو باسی روٹی اور مکھن کھالے گا۔ ہماری زبان کی کئی ضرب الامثال اس وقت کے کھانے کی تائید میں ملتی ہیں۔ اور جسے میسر آتا ہے۔ وہ علاوہ دو وقت کھانے کے صبح کا ناشتہ ضرور کرتا ہے۔ پس اس طرح تین وقت کا کھانا ہو گیا۔ اور جو لوگ انگریزی طریق پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ یا شہری زندگی کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ تین وقت کی بجائے چار وقت کھانا کھاتے ہیں۔ یعنی شام کو بھی ناشتہ کرتے ہیں۔ زمینداروں میں سے بھی بعض چار وقت کھاتے ہیں۔ یعنی عصر کے وقت دانے بھنوا کر چبا لیتے ہیں۔ پھر ایک اور کھانا ہے جس کا استعمال انگریزی طرز کے عادی لوگوں میں اور بعض زمینداروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ انگریزوں میں سپر کہلاتا ہے۔ یعنی رات کو زیادہ جاگنے پر وہ پہلی شب کے کھانے کے بعد ایک اور ہلکا سا کھانا کھاتے ہیں۔ بعض زمینداروں میں اس کھانے کا رواج اس رنگ میں ہے کہ وہ روزانہ رات کو سوتے وقت دودھ کا ایک گلاس پیتے ہیں۔ اور اسے

طاقت کے قیام کے لئے

ضروری سمجھتے ہیں۔ اس طرح دن رات کے پانچ کھانے ہو جاتے ہیں۔ خالص انگریزی تمدن میں تو چھ کھانے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ انگریزوں میں یہ رواج ہے۔ کہ علے الصبح چائے بسکٹ استعمال کرتے ہیں۔ اور پھر چائے پی کر سو جاتے ہیں۔ گویا چائے وہ قریباً سحری کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد صبح کا ناشتہ کرتے ہیں۔ پھر دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں۔ پھر شام کی چائے پیتے ہیں۔ پھر شام کا کھانا کھاتے ہیں۔ اور سوتے وقت طعام شب کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ چار یا پانچ دفعہ انسان کو پانی بھی پینا پڑتا ہے۔ اس طرح **دس گیارہ دفعہ انسان کھاتا پیتا ہے۔** زمیندار بھی اگر زیادہ اعلےٰ کھانا استعمال نہیں کر سکتے۔ تو اپنی حیثیت کے مطابق مختلف کھانے ضرور استعمال کرتے ہیں۔ پہلے صبح کو ناشتہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں۔ پھر عصر کے وقت بعض زمینداروں میں یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ دانے بھنا لیتے ہیں۔ یا دوپہر کی بچی ہوئی روٹی ہو۔ تو وہی کھا لیتے ہیں۔ شام کو پھر کھانا کھاتے ہیں۔ اور سوتے وقت دودھ پیتے ہیں۔ چھاچھ یا پانی جو درمیان میں پیتے رہتے ہیں۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ گویا غربا اور امراء شہری اور دیہاتی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق عام ایام میں دس بارہ دفعہ کھاتے پیتے ہیں۔ مگر

رمضان میں تمام کھانے

سمٹ سمٹا کر صرف دو بن جاتے ہیں۔ اسی طرح پانی میں بھی بہت کچھ کمی آجاتی ہے۔ یعنی اس کے پینے کے اوقات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ گو بعض لوگ روزہ کی افطاری کے وقت اکٹھا ہی اتنا پانی پی لیتے ہیں۔ جتنا وہ دن بھر میں پیا کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی پانی پینے کا عرصہ بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ یہ کھانے پینے کی جو تنگی ہے۔ باقی زندگی کے دنوں سے بالکل نرالی ہوتی ہے۔ پہلے بھی بے شک کھانے پینے میں وقفے ہوتے ہیں۔ مگر وہ اتنے لمبے نہیں ہوتے۔ جتنے رمضان میں ہوتے ہیں۔ کھانے پینے کا وقفہ عام طور پر تین گھنٹے کا ہوتا ہے۔ مگر رمضان میں اول تو تمام کھانے سمٹ سمٹا کر دو کھانوں پر آجاتے ہیں۔ اور پھر وقفہ بھی کافی لمبا ہو جاتا ہے۔ پس رمضان کے ایام میں اپنی عادت کی بہت کچھ قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ قربانی ایک دن نہیں۔ دو دن نہیں۔ تین دن نہیں۔ ایک مہینہ تک بغیر کسی ناغہ کے کرنی پڑتی ہے۔ بے شک شام کو انسان روزہ کھول لیتا ہے۔ مگر دراصل شام کو روزہ کھولنا دوسرے دن کے روزہ کی تیاری ہوتا ہے۔ کیونکہ ادھر انسان روزہ کھولتا اور کھانا کھاتا ہے۔ اور ادھر نمازیں پڑھ کر اس نیت سے سو جاتا ہے۔ کہ میں نے پچھلی رات تہجد کے لئے اٹھنا اور پھر روزہ رکھنا ہے۔ اور یہ طبعی بات ہے۔ کہ کوئی احساس نیند کے وقت میں نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں۔

سویا ہوا اور مردہ برابر

ہیں۔ پس جو اس کے سونے کا وقت ہے۔ وہ احساس کا نہیں۔ اور جو اس کے احساس کا وقت ہے۔ اسے کلی طور پر روزہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ کچھ روزہ رکھتے ہوئے اور کچھ روزہ کی نیت کرتے ہوئے۔ اور اگر اسے کوئی سفر پیش نہ آجائے۔ یا اتفاقیہ طور پر بیمار نہ ہو جائے۔ تو اسکی یہ قربانی مسلسل ۲۹ یا ۳۰ دن چلتی ہے۔ اور اس طرح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے اندر استقلال کا مادہ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر روزے رکھنا انسان کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا۔ تو آدمی دو دن روزے رکھتا۔ اور پھر سانس لینے کی کوشش کرتا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے سانس لینے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ ایک مہینہ مسلسل مقرر فرما دیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ سانس نہیں لینا۔

لگاتار روزے

رکھتے چلے جانا ہے۔ پس روزوں سے دوسرا عظیم الشان سبق استقلال کا ملتا ہے۔ اور یہ بھی تحریک جدید سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ تحریک جدید میں میں نے جماعت کو توجہ دلائی ہے۔ کہ ہماری قربانیاں عارضی نہیں۔ بلکہ مستقل ہیں۔ بے شک قربانیوں کی شکلیں بدل سکتی ہیں۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی وقت یہ کہا جائے کہ اب قربانیوں کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ

بغیر مستقل قربانیوں کے

کوئی شخص خدا تعالےٰ کو نہیں پا سکتا۔ جس شخص کے دماغ میں بھی یہ خیال آیا۔ کہ میں سانس لے لوں۔ وہ سمجھ لے۔ کہ اس کا ایمان ضائع ہو گیا۔ تم میں سے کئی ہیں۔ جنہوں نے بڑی دیانتداری کے ساتھ قربانیاں کیں۔ تم میں سے کئی ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے حضور چلائے۔ اور انہوں نے آہ وزاری کی۔ تم میں سے کئی ہیں۔ جنہوں نے روزے رکھے۔ تہجد پڑھی۔ نوافل ادا کئے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور روئے۔ اور گڑگڑائے۔ تم میں سے کئی ہیں۔ جنہوں نے چندے دیئے۔ اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ کاٹ کر دیئے تم میں سے کئی ہیں۔ جنہوں نے خود بھوکے اور ننگے رہ کر زکوتیں دیں۔ اور دوسرے فرائض ادا کئے۔ مگر انہوں نے دیکھا۔ کہ ان قربانیوں کے وہ نتائج انہیں حاصل نہیں ہوئے۔ جو ایسی قربانیوں کے نتیجہ میں ملا کرتے ہیں۔ اور جن کی وہ امید لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ انہوں نے قربانی تو کی۔ مگر استقلال سے قربانی نہیں کی۔ ان کا جوش ایسا ہی تھا۔ جیسے عوام الناس جب کوئی پُرجوش تقریر سنتے ہیں۔ تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہی جب دیکھا جائے۔ تو ان کے دل بالکل ٹھنڈے ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور ان میں کوئی گرمی نہیں ہوتی۔ اگر ان قربانیوں کا محرک حقیقی اخلاص

اور حقیقی جوش ہوتا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اپنی قربانیوں میں بڑھتے چلے جاتے۔ اور کسی واعظ اور کسی یاد دلانے والے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ کیونکہ حقیقی محبت جوش دلانے سے تعلق نہیں رکھتی اور نہ وہ عارضی ہوتی ہے۔ بلکہ

حقیقی محبت

استقلال سے تعلق رکھتی ہے۔ تم اپنے بچہ سے محبت کرتے ہو۔ مگر کیا تم بچوں سے محبت کرنے کے لئے کسی کے یاد دلانے کی ضرورت محسوس کیا کرتے ہو۔ کیا تم نے کبھی محسوس کیا۔ کہ سال دو سال گزرنے کے بعد اپنے بچہ کی محبت تمہارے دل میں کم ہونی شروع ہو گئی ہو۔ اور تمہیں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔ کہ کوئی واعظ آئے۔ اور تمہیں جگائے اور کہے کہ اپنے بچہ سے محبت کرو۔ آخر دنیا میں اسی نوے فی صدی لوگ شادیاں کرتے ہیں۔ اور ان کی اولادیں بھی ہوتی ہیں۔ بعض مریض اخلاقی یا مریض جسمانی شادی نہیں بھی کرتے۔ مگر وہ بہت کم ہیں۔ مریض اخلاقی سے میری مراد وہ بدکار لوگ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ ہمیں شادی کی کیا ضرورت ہے۔ ہم بغیر شادی کے اپنا گزارہ کر لیتے ہیں۔ اور مریض جسمانی وہ لوگ ہیں۔ جن کی جسمانی طاقت شادی کی متحمل نہیں ہوتی۔ ان کو اگر مستثنےٰ بھی کر دیا جائے۔ تو اسی نوے فی صدی لوگ شادیاں کرتے ہیں۔ اور ان کے بچے بھی ہوتے ہیں۔ کیا اتنی بڑی اکثریت کو کبھی تم نے دیکھا۔ کہ ان میں بچوں کی محبت کبھی کم ہو گئی ہو۔ اور وہ اس بات کے محتاج ہوئے ہوں۔ کہ انہیں یاددہانی کرائی جائے۔ اور کہا جائے۔ کہ اپنے بچوں سے محبت کرو۔ تمہاری محبت ان سے کم ہو گئی ہے۔ اگر ایک بھی مثال ہمیں ملتی۔ تو ہمارے نفس بہانہ کر سکتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی محبت پیدا کرنے اور اس کے دین کے لئے قربانیاں کرنے کے لئے بھی ہمیں یاددہانی کی ضرورت ہے۔ مگر ہمیں تو ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آتی۔ کیا تم نے کبھی کوئی ماں دیکھی۔ جس کو اپنے بچہ سے محبت نہ ہو۔ اور اسے کسی مولوی یا پنڈت یا پادری کے وعظ کی ضرورت ہو۔ کبھی تم نے دیکھا۔ کہ ماؤں کے سامنے مولوی یہ لیکچر دے رہے ہوں۔ کہ اے مسلمان ماؤں۔ اپنے بچوں سے محبت کرو۔ یا پنڈت ہندو عورتوں کے سامنے یہ

تقریریں کر رہے ہوں۔ کہ ماؤں کو اپنے بچوں سے محبت کرنی چاہیئے۔ یا پادری عیسائی عورتوں کو تلقین کر رہے ہوں۔ کہ اے ماؤں اپنے بچوں سے محبت کرو۔ یا کبھی تم نے دیکھا۔ کہ قومی تحریک کے نام سے یہ تحریک اٹھی ہو۔ کہ

ماؤں کے دلوں میں بچوں کی محبت

پیدا کی جائے۔ یا کبھی تم نے دیکھا۔ کہ گورنمنٹ نے ایسی کتابیں تصنیف کی ہوں۔ جن میں یہ لکھا ہو۔ کہ ماؤں کو بچوں سے محبت کرنی چاہیئے۔ تم نے دنیا میں ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ اسلئے کہ ایسی وعظ کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو ماں اسے اپنے گلے سے چمٹا لیتی ہے۔ اور پھر اسے چمٹائے چلی جاتی ہے۔ وہ بعض دفعہ ناراض بھی ہوتی ہے۔ اور ناراض ہونا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ مگر اسکی ناراضگی بھی اسکی محبت کو نہیں چھڑا سکتی۔ سوائے اس کے کہ کوئی دوسرا زبردست جذبۂ محبت اس محبت کے مقابلہ میں آجائے۔ جیسے کوئی دیندار باپ اپنے اس بیٹے سے جو خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہو۔ قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور وہ خدا کی محبت کے لئے اپنے دل کے ٹکڑے کو کاٹ کر پرے پھینک دیتا ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ غیرت کا جذبہ اسکی محبت کو مٹاتا نہیں۔ وہ اس جذبہ کو چھپا دیتا ہے۔ انسانی نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔ مگر اسے جڑ سے اکھیڑ نہیں سکتا۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دیندار باپ اپنے بیدین بچہ سے محبت کا اظہار خدا تعالےٰ کی محبت کے لئے چھوڑ دیگا۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ محبت کا جذبہ کلیۃً مفقود ہو جائے۔ باوجود اس کے کہ وہ ظاہری طور پر اس سے محبت نہیں کرتا۔ اس کا دل کڑھتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے سامنے یہ دعا کرتا رہتا ہے۔ کہ اے خدا تو میرے بچہ کو بچا۔ وہ بعض دفعہ اسے دیکھنا بند کر دیتا ہے۔ اس سے ملنا جلنا بند کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا بند کر دیتا ہے۔ اسے خرچ دینا بند کر دیتا ہے۔ اس کے گھر میں رہنا بند کر دیتا ہے۔ یا اسے اپنے گھر میں رہنے دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ مگر اس کے دل کا زخم ایک ناسور کی طرح رستا رہتا ہے۔ اور اسکی موت تک یہی حالت رہتی ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ سے رو رو کر کہتا رہتا ہے کہ اے خدا میں نے تیرے لئے اپنے بچہ کو چھوڑ دیا ہے۔ تو اپنے فضل سے اسے پھر مجھے واپس دلا دے۔ تو

حقیقی نفرت

ایک باپ کو اپنے بچہ سے یا ایک ماں کو اپنے بیٹے سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ جب ماں باپ غصے بھی ہوں گے۔ تب بھی اسکی تہ میں محبت کا جلوہ کارفرما ہوگا۔ اور زیادہ سے زیادہ اگر ہوگا۔ تو یہی کہ ایک بڑی محبت چھوٹی محبت کو دبا دے گی۔ مگر وہ اسے مار نہیں سکتی۔ اسے کچل نہیں سکتی۔ اسے مٹا نہیں سکتی۔ تو جہاں حقیقی تعلق ہوتا ہے۔ وہاں وقفہ نہیں پڑتا۔ بلکہ دائمی محبت اور دائمی قربانی کی روح کام کرتی نظر آتی ہے۔ مگر جہاں محبت کی کمی ہوتی ہے۔ وہاں قربانیوں میں وقفے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس اگر تمہاری قربانیوں نے کوئی نیک نتائج پیدا نہیں کئے۔ تو سمجھ لو۔ کہ تمہارا خدا تعالےٰ سے عارضی تعلق تھا۔ اور جب تم نے کسی عارضی تحریک کے ماتحت قربانی کی۔ تو اس کا وہ نتیجہ کس طرح پیدا ہو سکتا تھا۔ جو دائمی قربانی کے نتیجہ میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا۔ کہ فلاں بڑا عبادت گزار ہے۔ کیونکہ اس نے چھت میں ایک رسہ لٹکا رکھا ہے۔ جب نماز پڑھتے پڑھتے اسے نیند آنے لگتی ہے۔ تو رسہ پکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ کوئی عبادت نہیں۔ عبادت وہی ہے۔ جس میں انسان کو

دوام اور استقلال

نصیب ہو۔ پس بے شک تم میں سے بعض نے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ مگر جب تم نے ان قربانیوں کے بڑے نتائج نہیں دیکھے۔ تو سمجھ لو۔ کہ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ تم میں استقلال نہ تھا۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ تم میں حقیقی محبت نہ تھی۔ ورنہ اگر تمہارے اندر حقیقی محبت ہوتی۔ تو یقیناً تمہاری نمازیں اور تمہارے روزے اور تمہاری زکوتیں اور تمہارے حج اور تمہارے چندے بہت زیادہ شاندار اور اعلےٰ نتائج پیدا کرتے۔ اور تم اپنی موت سے پہلے اپنے خدا کو دیکھ لیتے۔ اور تمہاری موت شبہ کی موت نہ ہوتی۔ بلکہ مرتے وقت انتہائی راحت اور آرام کی گھڑی تمہیں نصیب ہوتی۔

موت کیا ہے

ایک نہایت ہی خطرناک راہ۔ جس طرح ایک اندھیرے کنوئیں میں چھلانگ لگانے والا یہ نہیں جانتا۔ کہ اس کنوئیں کی تہ میں سانپ یا بچھو ہیں۔ یا آراستہ و پیراستہ محلات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح مرنے والا نہیں جانتا۔ کہ موت کے بعد اس کے لئے آرام وہ زندگی اس کا انتظار کر رہی ہے۔ یا تکلیف اور مصیبت کی گھڑیاں اسے اپنی طرف بلا رہی ہیں۔ وہ چھلانگ لگاتا ہے۔ مگر ایک گھنٹے کے لئے نہیں۔ ایک دن کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ اس موت کے بعد اس کے لئے کوئی لوٹنا نہیں۔ وہ جانتا ہے۔ کہ اس موت کے بعد اس کے لئے کوئی لوٹنا نہیں۔ وہ جانتا ہے۔ کہ پھر کبھی وہ اس جہان میں واپس نہیں آسکتا۔ پس اگر اس موت کے بعد عذاب ہے۔ تو ہمیشہ کے لئے عذاب ہے۔ اور اگر اس موت کے بعد راحت ہے۔ تو ہمیشہ کے لئے راحت ہے۔ اس بات کو جانتے ہوئے وہ چھلانگ لگاتا ہے۔ اور وہ بھی خود نہیں۔ بلکہ اسے مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ اس میں کودے پس جب وہ انسانی نظروں سے ہمیشہ کے لئے پوشیدہ ہو رہا ہوتا ہے۔ جب وہ اس جہان کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اگر اس وقت جیساکہ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے۔ فرشتے آئیں۔ اور اسے کہیں۔ کہ گھبراؤ نہیں اللہ تعالےٰ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ تو دیکھو اسکی موت کی گھڑی خوشی سے کس قدر لبریز ہو جائے گی۔ یقیناً اس وقت کی خوشی کے مقابلہ میں اگر سارے جہان کی خوشیاں بھی ملا کر رکھ دی جائیں۔ تو وہ بالکل بے حقیقت ہوں گی۔ کیونکہ دنیا میں ہر خوشی کے ساتھ یہ بھی یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ خوشی جلد ہی زائل ہو جائے گی۔ مگر وہ خوشی ایسی ہے۔ جس کے متعلق اسے یہ یقین ہوگا۔ کہ وہ کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔ پس موت کے وقت کی ایک منٹ کی خوشی بھی ساری زندگی کی خوشیوں سے ہزاروں گنے زیادہ خوشی کا موجب ہے۔ اور اگر یہ خوشی کسی کو نصیب ہو جائے۔ تو وہ نہایت اطمینان سے اپنی جان اپنے خدا کے سپرد کرے گا۔ کیونکہ وہ سمجھے گا۔ کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں کس قدر تکلیف اور دکھ کی وہ موت ہے۔ جس میں ایک طرف انسان اپنے بیوی بچوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کہ انہیں وہ اکیلا چھوڑے جا رہا ہے۔ اور ان کا کوئی نگران و پرسان حال نہیں۔ اور دوسری طرف اسے خود یہ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ نہ معلوم میرے لئے دائمی آرام اور راحت کا سامان تیار ہے یا دائمی دکھ اور عذاب کا سامان تیار ہے۔ اسکی وہ گھڑیاں کتنے شک اور شبہ کی گھڑیاں ہوں گی۔ اور وہ کس قدر دکھ اور تکلیف محسوس کر رہا ہوگا۔ جو شخص اس دبدھا اور شک کو دور کرے۔ اس سے زیادہ کامیاب اور اس سے زیادہ خوش نصیب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو تحریک جدید بھی استقلال سکھانے کے لئے ہے۔ اور رمضان بھی لوگوں کے اندر استقلال کا مادہ پیدا کرنا ہے۔

پس تم

رمضان سے سبق

حاصل کرتے ہوئے استقلال والی نیکی اختیار کرو۔ اور اپنی وہ حالت نہ بناؤ۔ کہ کبھی کھڑے ہو گئے۔ اور کبھی گر گئے۔ کم سے کم چند نیکیاں تو اپنے اندر ایسی پیدا کرو۔ جن میں تم مستقل ہو۔ اور جن کو تم کسی صورت میں چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو۔ بے شک انسان کے لئے ہر وقت نیکی کے قدم مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر لحظ اسے نیکی کرنی چاہیئے۔ مگر کم سے کم کچھ نیکیاں ایسی ضرور ہونی چاہیئے۔ جس کے متعلق انسان یہ کہہ سکے۔ کہ میں نے جب سے انہیں کرنا شروع کیا ہے۔ کبھی انہیں نہیں چھوڑا۔ ایک مومن کو کم سے کم یہ ضرور کہنا چاہیئے! کہ میں نے جب سے نماز پڑھنی شروع کی ہے۔ کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ میں نے جب سے روزے رکھنے شروع کئے ہیں۔ کبھی کوئی ایسا روزہ نہیں چھوڑا۔ جو شرعی طور پر میرے لئے رکھنا ضروری تھا۔ اور کبھی مالی قربانی سے احتراز نہیں کیا۔ جس کا پیش کرنا ہمارے لئے ضروری تھا۔ اسی طرح عورتیں بھی اپنے اندر استقلال والی نیکی پیدا کر کے کہہ سکتی ہیں۔ کہ ہم نے ان دنوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جن میں شریعت نے ہمیں رخصت دی ہوئی ہے۔ کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ یا کبھی کوئی مالی قربانی کا موقع ایسا نہیں نکلا۔ جس میں ہم نے حصہ نہ لیا ہو۔ اگر

کم سے کم یہ تین نیکیاں

ہی انسان میں پیدا ہو جائیں۔ یعنی عبادت کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے قرب میں بڑھنا مالی خدمات کے ذریعہ مخلوق خدا کو نفع پہنچانا اور روزہ کے ذریعہ اپنے جذبات اور احساسات کی قربانی کرنا۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ تین ایسی عظیم الشان نیکیاں مستقل طور پر میرے اندر پائی جاتی ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ کہ میرے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت نہیں۔ میں نے اپنی مرضی اور اختیار سے کبھی کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔ اور کبھی کوئی چندہ کا موقع ایسا نہیں نکلا۔ جس میں میں نے حصہ نہیں لیا۔ اگر ان تین نیکیوں پر کسی شخص کا قدم مضبوطی سے قائم ہو۔ اور باقی نیکیوں میں اس کا قدم کبھی ڈگمگا بھی جائے۔ تو کم سے کم وہ یہ ضرور یقین رکھے گا۔ کہ میرا ان تین نیکیوں کے عوض جنت میں مکان ضروری ہے۔ اور کوئی نہ کوئی ٹھکانا میرا وہاں موجود ہے کیونکہ

ہر مستقل نیکی جنت کا ایک مکان ہے

بے شک وہ شخص بہت زیادہ خوش قسمت ہے۔ جس کے جنت میں کئی محل ہوں۔ مگر جس کا ایک محل ہو۔ وہ بھی تو خوش قسمت ہے۔ دنیا میں ہزارہا نیکیاں ہیں جن کا استقلال سے بجا لانا جنت میں مختلف محلات تیار کر دیتا ہے۔ مگر ادنیٰ نیکی یہ ہے۔ کہ روزہ کے ذریعہ اپنے جذبات کا ہدیہ خدا تعالےٰ کے حضور پیش کیا جائے۔ نماز کے ذریعہ اس کے قرب کو تلاش کیا جائے۔ اور مالی قربانیوں کے ذریعہ بنی نوع انسان کے حقوق ادا کئے جائیں اگر کوئی شخص استقلال کے ساتھ بغیر ناغہ بغیر وقفہ۔ بغیر تنزل اور بغیر قدم ڈگمگانے کے یہ نیکیاں کرتا ہے۔ اور کرتا چلا جاتا ہے۔ تو ہم اس کے متعلق یقین کر سکتے ہیں۔ کہ اس کے نفس کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور اسکی موت کی گھڑیاں دبدھا اور شک کی گھڑیاں نہیں ہوں گی۔ یہ تین زبردست شاہد ہیں۔ جو ایک انسان کے ایمان کی شہادت دینے کے لئے کافی ہیں۔ دینوی عدالتوں میں بعض جگہ دو اور بعض جگہ چار گواہ کافی سمجھے جاتے ہیں۔ الٰہی عدالت میں بھی ان تین گواہوں کی گواہی رد نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اگر ان کے ساتھ کوئی چوتھی نیکی بھی ملا لی جائے۔ تو یقیناً وہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا بہترین ثبوت پیش کرے گا۔ جو کسی قضاء میں خطا نہیں جاتا۔ اور کہیں ناکام نہیں ہوتا۔

تیسرا سبق ہمیں رمضان سے یہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑی کامیابی بغیر مشقت برداشت کئے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس کا اظہار لعلکم تتقون میں کیا گیا ہے۔ گویا رمضان جہاں ہمیں یہ بتاتا ہے۔ کہ کوئی قربانی استقلال کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ وہاں ہمیں وہ یہ بھی بتاتا ہے۔ کہ بغیر مشقت برداشت کئے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور وہ شخص جو چاہتا ہے۔ کہ بغیر مشقت برداشت کئے دین و دنیا میں کامیابی حاصل کرے۔ وہ پاگل اور احمق ہے۔ اور اسے کسی جگہ بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

آج ہمارے سامنے دنیا کی تین قومیں موجود ہیں۔ جن میں سے دو ہمارے سامنے گریں۔ اور پھر ہمارے سامنے ہی بلند ہوئیں۔ اور ایک جو پہلے سے کمزور تھی۔ مگر ہماری زندگیوں میں بیدار ہوئی۔ اور اس نے ترقی کی۔ ہم میں سے وہ لوگ جو تیس چالیس سال عمر کے ہیں۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ دو قومیں ان کی آنکھوں کے سامنے گریں۔ اور پھر ان کی آنکھوں کے سامنے ہی اٹھیں۔ وہ اٹلی اور جرمنی ہیں۔ اور جو پہلے کمزور تھی۔ اور دیکھتے دیکھتے بڑھ گئی۔ جاپان ہے۔

جرمنی قوم

ہماری آنکھوں کے سامنے ۱۹۱۸ء میں گری ۱۹۲۸ء میں اس نے اٹھنا شروع کیا۔ اور ۳۵ء یا ۱۹۳۸ء میں وہ منتہائے طاقت کو جا پہنچی۔ لیکن کن قربانیوں کے ساتھ۔ ایسی قربانیوں کے ساتھ جو ایک یا دو نے نہیں۔ بلکہ سارے ملک نے کیں۔ ہماری جماعت بھی قربانیاں کرتی ہے۔ لیکن ان قربانیوں کو اگر دیکھا جائے جو جرمن قوم نے کیں۔ تو ایک نقطۂ نگاہ سے ہماری قربانیاں ان کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو جاتی ہیں۔ گو ایک دوسرے نقطۂ نگاہ سے ہماری قربانیاں ان سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اخلاقی لحاظ سے ہماری قربانیاں بڑی ہیں۔ اور عملی لحاظ سے ان کی قربانیاں بڑی ہیں۔ انہوں نے اپنے کھانے پینے پہننے اور قریباً زندگی کے ہر عمل پر ایسی حدبندیاں لگائی ہوئی ہیں۔ جن کو سنکر حیرت ہوتی ہے اور کوئی شخص ان حدبندیوں کو نہیں توڑ سکتا۔ گورنمنٹ ایک قانون بنا دیتی ہے۔ اور تمام لوگوں کو کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے اس قانون کی اتباع کرنی پڑتی ہے۔ اور رات دن وہ قربانیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے یقیناً ان کی قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ایک لحاظ سے ہماری قربانیاں ان سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ ان کو طاقت کے زور چلایا جاتا ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص اخلاص اور اپنی مرضی سے قربانی میں حصہ لیتا ہے۔ اور اصل قربانی دراصل وہی ہوتی ہے۔ جو اپنی رضا اور اپنی مرضی سے کی جائے۔ پس اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے ہماری قربانی اس سے بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ مرضی سے قربانی کرنا ہی اصل قربانی ہے۔ وہ قربانی جو جبر اور زور سے کرائی جائے۔ وہ قربانی نہیں کہلا سکتی۔ پس جرمن قوم کی قربانی جرمن قوم کی نہیں کہلا سکتی۔ وہ دراصل ان افراد کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قربانی ہے۔ جو تمام ملک کو بعض خاص اصول کے ماتحت چلا رہے ہیں۔ پس وہ جرمن قوم کی قربانی نہیں۔ بلکہ ہٹلر اور اس کے ساتھیوں کی ہے۔ جو اپنی قوم سے زور اور جبر سے قربانی کرا رہے ہیں۔ اور خود قربانیاں کر رہے ہیں۔ پہلے وہ کسی نہ کسی بہانہ سے آگے آگئے۔ اور جب انہیں حکومت پر تصرف حاصل ہوگیا۔ تو انہوں نے جبر سے ایسی طرز پر قوم کو چلانا شروع کیا۔ جس کے نتیجہ میں ان کی قوم کو بہت بڑی ترقی حاصل ہوگئی۔ پس اس میں جرمن قوم کی اتنی قربانی نہیں۔ جتنی ہٹلر اور اس کے ساتھیوں کی ہے۔ مگر عملی لحاظ سے جو تکلیفیں انہوں نے اٹھائی ہیں۔ وہ ہماری جماعت نے بالکل نہیں اٹھائیں۔ انہیں کھانے اور پینے کے متعلق بھی اس قدر قربانیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ جس قدر کہ ہم لوگوں کو سارے شعبہ ہائے زندگی میں برداشت نہیں کرنی پڑتیں۔ کبھی شکر پر پابندی لگتی ہے۔ کبھی گھی پر۔ کبھی ترکاریوں پر۔ کبھی گوشت پر۔ کبھی آٹے پر اور انہیں وہ پابندیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ایام میں ان پر یہ پابندی بھی کی گئی۔ کہ خالص آٹا نہ کھائیں بلکہ اس کے اندر ایک خاص مقدار میں لکڑی کا برادہ ملا کر کھائیں۔ انہوں نے یہ سب کچھ برداشت کیا۔ اور بہتوں نے خوشی سے برداشت کیا۔ اسی طرح لباسی پر پابندیاں عاید ہیں۔ حکم دیا جاتا ہے۔ کہ فلاں کپڑا پہننا ہے۔ مگر فلاں نہیں پہننا۔ کیونکہ فلاں ملک سے جہاں ممنوع کپڑا بنتا ہے۔ ہمارے تعلقات اچھے نہیں۔ اور معًا تمام ملک کے کپڑے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب مکان تعمیر ہوتے ہیں۔ تو سامانوں پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ کہ فلاں سامان استعمال کیا جائے۔ اور فلاں سامان استعمال نہ کیا جائے۔ غرض رات دن ان کے کھانے پینے پہننے اور سونے پر پابندیاں عائد رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ جرمن حکومت نے کتابوں پر بھی پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔ کہ فلاں کتابیں پڑھنی ہیں اور فلاں نہیں پڑھنی۔ اور تمام قوم چپ چاپ ان پابندیوں کو قبول کرتی چلی جاتی ہے۔ پس عملی لحاظ سے ان کی تکلیف بہت زیادہ ہے۔ مگر ان کی مشکلات ایسی ہی ہیں۔ جیسے ایک قیدی کو مشکلات میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اب ایک قیدی بھی سادہ غذا کھاتا ہے۔ مگر تم کبھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ فلاں قیدی نے بڑا ایثار کیا۔ وہ سادہ غذا کھاتا ہے۔ کیونکہ قیدی کو مجبور کر کے سادہ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اسی طرح جرمن قوم کی تعریف نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ جبر سے اس سے قربانیاں کرائی جاتی ہیں۔ لیکن تمہاری تعریف کی جائے گی۔ کیونکہ تم نے

خدا تعالےٰ کے لئے اپنے نفس پر پابندیاں

عائد کیں۔ پس گو ان کی تکلیف زیادہ ہے مگر ان کا ثواب کم ہے۔ کیونکہ طاقت اور قانون کے زور سے ان سے یہ قربانیاں کرائی جا رہی ہیں۔ اور گو تمہاری تکلیف کم ہے۔ مگر تمہارا ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ تم اپنی مرضی سے خدا تعالےٰ کے لئے قربانیاں کر رہے ہو۔ لیکن بہرحال اس کا فائدہ انہیں پہنچ گیا۔ اور گو طاقت اور قانون حکومت کے ڈر سے انہوں نے قربانیاں کیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دس سال کے اندر اندر ایک مردہ قوم ترقی کر کے معراج کمال تک پہنچ گئی۔ یہی حال اٹلی کا ہے۔

اٹلی کی قوم

بھی مردہ تھی۔ مگر اس نے بھی مشقتوں کا اپنے آپ کو عادی بنا کر اور متواتر قربانیاں کر کے نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی عزت حاصل کی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ دبدبہ اور رعب حاصل کر لیا۔

اسی طرح جاپان

بھی مردہ تھا۔ مگر جب ان میں قربانی کی روح پیدا ہوگئی۔ تو وہ بھی ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوگیا۔

تو رمضان میں قربانی اور استقلال کے ساتھ قربانی کا سبق مومنوں کو سکھایا جاتا ہے۔ اور انہیں مشقت برداشت کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اگر اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور تحریک جدید کے مطالبات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ تو یقیناً وہ اہم ثمرات پیدا ہوں گے۔ جو الٰہی قوموں کی جدوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے ثمرات یقیناً دیر کے بعد آنے والے ہیں۔ اور ہماری مثال اٹلی اور جرمن اور جاپان کی سی نہیں۔ وجہ یہ کہ اٹلی اور جرمنی اور جاپان نے ملکوں کو فتح کیا۔ مگر ہم نے دلوں کو فتح کرنا ہے۔ اور دلوں کو فتح کرنا ملکوں کے فتح کرنے سے زیادہ مشکل ہوا کرتا ہے۔ پس ہماری فتح گو یقینی ہے۔ مگر وہ کچھ دیر کے بعد۔ دیر آید درست آید کے مقولہ کے مطابق آنے والی ہے۔

اس کے علاوہ ہم میں اور ان میں

ایک اور فرق

بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر جرمنی نے ترقی کی۔ تو صرف جرمن قوم کو اس نے عروج پر پہنچایا۔ اگر اٹلی نے ترقی کی۔ تو صرف اٹلی کی قوم کو اس نے عزت کا مستحق بنایا۔ اور اگر جاپان نے ترقی کی۔ تو صرف جاپانیوں کو اس نے معراج کمال تک پہنچایا۔ لیکن اگر ہماری کوششوں کو اللہ تعالےٰ بار آور فرمائے۔ تو وہ صرف ہمیں ہی نہیں۔ بلکہ ساری دنیا کو فائدہ پہنچائیں گی۔ اور ہماری فتح جسموں پر نہیں۔ بلکہ دلوں پر ہوگی۔ اور ہماری فتح انسانوں پر نہیں۔ بلکہ فرشتوں پر ہوگی۔ بلکہ اگر بے ادبی نہ ہو۔ تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارا خدا بھی ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔ پس ہماری کوششوں کے نتائج بہت اہم ہیں۔ اور ہماری ذمہ واریاں بہت وسیع ہیں۔ اور ہماری منزل بہت دور ہے۔ کئی بے وقوف نوجوان ہیں۔ جو کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ جاپان نے تیس سال میں ترقی کر لی۔ اٹلی نے بیس سال میں ترقی کر لی۔ جرمنی نے دس سال میں ترقی کر لی۔ مگر ہم نے ان کے مقابلے میں کچھ بھی ترقی حاصل نہیں کی۔ وہ بے وقوف یہ نہیں جانتے کہ وہاں قوم کی قوم ایک مقصد کے لئے کھڑی تھی۔ اور یہاں صرف ایک آدمی سے جدوجہد شروع ہوئی۔ جاپان نے جب دوڑ شروع کی۔ تو اس نے چار کروڑ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر دوڑ لگائی اور تیس سال کی جدوجہد کے بعد اس نے چار کروڑ کو چھ کروڑ بنا دیا۔ اٹلی نے جب دوڑ شروع کی۔ تو اس نے چار پانچ کروڑ لوگوں کو ساتھ لے کر دوڑ شروع کی۔ اور بیس سال کے عرصہ کے بعد انہیں چار سے پانچ کروڑ یا پانچ سے چھ کروڑ بنا دیا۔ اسی طرح جرمنی نے جب دوڑ شروع کی ۷ کروڑ لوگوں کے ساتھ شروع کی۔ اور دس سال کے بعد انہیں آٹھ کروڑ بنا دیا۔ گویا وہ اس جدوجہد میں صرف چودہ فی صدی سے لے کر پچاس فی صدی تک بڑھے۔ حالانکہ کروڑوں لوگ ایک ہی مقصد اور ایک ہی مدعا کو لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے مقابلے میں کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ ہماری دوڑ صرف ایک شخص سے شروع ہوئی۔ ایک شخص نے قادیان میں کھڑے ہو کر جو تمام متمدن دنیا سے الگ ایک گوشہ میں پڑا ہوا گاؤں تھا۔

ساری دنیا کے مقابلہ میں لڑائی

شروع کر دی۔ اور پھر وہ بڑھا۔ اور بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ پہلے وہ ایک تھا۔ مگر آج کئی لاکھ آدمی اس کے ساتھ ہیں۔ پس اٹلی اور جرمنی اور جاپان نے پچاس فی صدی ترقی کی۔ لیکن یہاں ایک سے کئی لاکھ بن گئے۔ اب پچاس فی صدی اور لاکھ فی صدی میں بھلا کوئی بھی نسبت ہے۔ پھر جس جس میدان میں قربانی کی ضرورت تھی۔ ان تمام میدانوں میں جماعت احمدیہ نے قربانی کی۔ پس ہماری جماعت نے بھی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ لیکن چونکہ ہماری جدوجہد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس لئے گو ہماری موجودہ کامیابی بھی بہت بڑی ہے۔ مگر ہمارا اصل مقصد ابھی دور ہے۔ اور گو وہ دیر میں آنے والا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا کی فتوحات بھی ہیچ ہیں۔ کیونکہ اس کا دائرہ بہت وسیع اور اس کا حلقہ اثر عالمگیر ہے۔

چوتھا سبق رمضان سے ہمیں یہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ

کوئی بڑی کامیابی بغیر دعا کے حاصل نہیں ہو سکتی

بالخصوص دین میں تو کوئی کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک دعا نہ کی جائے۔ دنیا دعا کے بغیر حاصل ہو جائے تو ہو جائے۔ دین حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیوی کامیابیوں کے لئے بھی عملی دعا ضروری ہوتی ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں قوت ارادی کہتے ہیں۔ قوت ارادی اور عزم دراصل دعا ہی کا ایک نام ہے۔ دعا کیا ہے۔ اپنے عزم اور ارادہ کا لفظوں میں اظہار بہرحال کوئی دینی جماعت دعا کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں روزوں کے احکام کے ذکر میں ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعانِ

جب مومن روزے رکھیں۔ قربانیاں کریں۔ اور استقلال سے قربانیاں کرتے چلے جائیں۔ اور اس کے بعد دعاؤں سے کام لیں۔ تو وہ دعا خالی نہیں جاتی۔ بلکہ ضرور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کو ان کے مقاصد میں کامیاب کرتی ہے۔ مگر فرمایا۔ جب استقلال اور قربانیوں کے بعد دعا کریں گے۔ تب ان کی دعا سُنی جائیگی۔ یونہی نہیں۔ گویا اللہ تعالےٰ نے استقلال قربانیوں اور دعا کو لازم ملزوم قرار دیا ہے۔ بغیر دعا کے استقلال کے ساتھ قربانی کرنا دینی عالم میں ہیچ ہے۔ اور بغیر استقلال والی قربانیوں کے دعا انسان کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ وہ فرماتا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع۔ جو اس رنگ میں دعا کرنے والے ہوں۔ میں ان کی دعاؤں کو سنا کرتا ہوں۔ یعنی جو استقلال کے ساتھ قربانیاں کریں۔ اور پھر کرتے چلے جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے اپنی کامیابی کے لئے دعائیں بھی کریں۔ ان کی دعا ضرور قبول ہو کر رہتی ہے۔ بعض لوگ غلطی سے اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ اور وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ جب خدا کا یہ وعدہ ہے۔ تو پھر ان کی بعض دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ مگر یہ استدلال درست نہیں۔ اسجگہ تمام دعاؤں کی قبولیت کا خدا تعالےٰ نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع میں اس دعا کرنے والوں کی دعا سنتا ہوں۔ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے رمضان اور روزوں کا ذکر ہے۔ جو استقلال سے خدا تعالےٰ کی راہ میں قربانیاں کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر ان شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جن کا اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ کوئی شخص دعا کرے۔ تو اسکی دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی مجھے مقدس سے مقدس مقام میں بھی کھڑا کر دے۔ تو میں وہاں کھڑا ہو کر یہ قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ کہ اس قسم کی دعا ہرگز رد نہیں ہوتی۔ کوئی قوم جو خدا تعالےٰ کے لئے مستقل قربانیاں کرنے کے ارادہ سے کھڑی ہو جائے۔ اور پھر قربانیاں کرتی چلی جائے۔ اور دعا سے بھی کام لے۔ وہ ضرور کامیاب ہو جاتی ہے۔ سابق انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ کیا دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا گذرا ہے۔ جو ناکام ہوا ہو۔ تاریخ سے کوئی ایک نبی بھی ایسا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ دعویٰ نبوت کرنے کے بعد ناکام وہی رہا ہو گا۔ جس نے جھوٹا دعویٰ کیا ہو گا۔ سچا دعویٰ نبوت کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوا۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ کامیابی جلد آئے یا دیر سے۔ بہر حال

سچے نبی کو کامیابی ضرور ہوتی ہے۔

اور پھر وہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ان کا ہر قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے۔ تم نے دیکھا۔ کہ گذشتہ سالوں میں جماعت پر کیسے کیسے فتنے آئے۔ ہر دفعہ لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ اب یہ سلسلہ مٹ جائے گا۔ مگر ہر دفعہ تم نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سلسلہ کی معجزانہ رنگ میں حفاظت کی۔ اور کوئی دن ایسا نہیں چڑھا۔ جس میں پہلے سے زیادہ جماعت نے ترقی نہیں کی۔ مختلف ممالک میں احمدیت پھیلتی جا رہی ہے۔ اور اسی طرح پھیلتی پھیلتی انشاء اللہ ساری دنیا کو ایک دن ادھر کھینچ لائے گی۔ یہ چوتھا سبق جو رمضان سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا تعلق بھی تحریک جدید کے ساتھ ہے۔ کیونکہ میں نے انیسواں مطالبہ یہی رکھا ہے۔ کہ دعا کرو کہ اللہ تعالےٰ سلسلہ کو ترقی دے۔ دعا کے بغیر ہماری قربانیوں کے وہ نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ جو ہم دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ کیونکہ ان نتائج کا پیدا کرنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ ایک ملک جو بارش کا محتاج ہو۔ تم اگر محنت کر کے اسکی زمین میں ہل بھی چلا دو۔ عمدہ بیج بھی ڈال دو۔ لیکن آسمان سے بارش نہ اترے تو تمہاری محنت کیا نتیجہ پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح جس نتیجہ کے ہم امیدوار ہیں۔ وہ آسمانی بارش چاہتا ہے۔ اور وہ آسمانی بارش دعاؤں سے ہی نازل ہو سکتی ہے۔ پس رمضان میں تحریک جدید سے اور تحریک جدید سے رمضان میں فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ یہ چار بڑی بڑی مناسبتیں تحریک جدید کی رمضان سے ہیں۔ پس اگر تم رمضان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ تو

تحریک جدید پر عمل کرو

اور اگر تحریک جدید کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہو۔ تو روزوں سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھاؤ۔ تحریک جدید یہی ہے۔ کہ سادہ زندگی بسر کرو۔ اور محنت و مشقت اور قربانی کا اپنے آپ کو عادی بناؤ۔ اور یہی سبق تمہیں رمضان سکھانے آتا ہے۔ پس جس غرض کے لئے رمضان آیا ہے۔ اس غرض کے حاصل کرنے کی جدوجہد کرو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اپنی زندگی ایسی طرز میں گذارو۔ کہ رمضان کا آنا نہ آنا تمہارے لئے برابر ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے ملک میں روزے خوید کا کام دیتے ہیں۔ جس طرح گھوڑے کو خوید دی جاتی ہے۔ جس سے وہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں بعض لوگ غذا کا خاص اہتمام رکھتے ہیں۔ رات دن گھی اور پراٹھے کھاتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ روزے رکھ کر وہ پہلے سے بھی موٹے ہو جاتے ہیں۔ یہ طریق دراصل اس روح کے خلاف ہے۔ جس کو پیدا کرنے کے لئے روزے مقرر کئے گئے ہیں۔ پس ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ رمضان تحریک جدید والا ہو۔ اور تحریک جدید رمضان والی ہو۔ رمضان ہمارے نفس کو مارنے والا ہو۔ اور تحریک جدید ہماری روح کو تازگی بخشنے والی ہو۔ پس جب میں نے کہا۔ کہ

رمضان سے فائدہ اٹھاؤ

تو دراصل میں نے تمہیں یہ سمجھایا ہے۔ کہ تم تحریک جدید کے اغراض اور مقاصد کو رمضان کی روشنی میں سمجھو۔ اور جب میں نے کہا۔ کہ تحریک جدید کی طرف توجہ کرو۔ تو دوسرے لفظوں میں میں نے تمہیں یہ کہا ہے۔ کہ تم ہر حالت میں رمضان کی کیفیت اپنے اوپر وارد رکھو۔ اور صحیح قربانی اور مسلسل قربانی کی اپنے اندر عادت ڈالو۔ جو رمضان بغیر کسی قربانی کے گذر جاتا ہے۔ وہ رمضان نہیں۔ اور جو تحریک جدید بغیر روح کی تازگی کے گذر جاتی ہے۔ وہ تحریک جدید نہیں۔ اگر کوئی شخص سالہا سال سے قربانیاں کر رہا ہے۔ مگر اس کے اندر بشاشت ایمانی پیدا نہیں ہوتی۔ تو اسکی روح کو اسکی قربانیوں کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ وہ محض سر پھوڑنے والی بات ہے۔ اور کچھ نہیں۔

اب پھر وہ وقت آ گیا ہے۔ جبکہ تحریک جدید کے پانچویں سال کی مجھے تحریک کرنی چاہیئے۔ مگر اس وقت میں صرف اصولی رنگ میں اس طرف توجہ دلا دیتا ہوں۔ آج میں نے چاہا۔ کہ تمہیں

تحریک جدید کے اصول

کی طرف توجہ دلا دوں۔ اور بتا دوں۔ کہ بغیر ان اصول کو اختیار کئے وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ جن فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ دراصل جب تک انسان امر کی حکمت سے واقف نہیں ہوتا۔ اس وقت تک باوجود اس کے کہ اس کا کام اچھا ہو۔ اچھے نتائج پیدا نہیں ہوا کرتے۔ اب نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج سب کام اچھے ہیں۔ اور سب مومن ان احکام کو بجا لاتے ہیں۔ مگر سارے یکساں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ساروں کی نمازیں وہ نتیجہ پیدا نہیں کرتیں۔ جو نمازوں سے مقصود ہے۔ نہ ساروں کے روزے وہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ جو روزوں کا مقصود ہے۔ اور نہ ساروں کی زکوٰتیں وہ نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ جو زکوٰۃ کا مقصد ہے۔ بعض لوگ بہت زیادہ چندہ دیتے ہیں۔ مگر ان کا نتیجہ بہت کم نکلتا ہے۔ اور بعض لوگ تھوڑا چندہ دیتے ہیں۔ مگر نتیجہ بہت زیادہ نکلتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ مسجد میں بعض لوگوں کی یہ آواز سنی۔ کہ ابوبکرؓ کو ہم پر کونسی زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ جیسے نیکی کے کام وہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نیکی کے کام ہم کرتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ اے لوگو! ابوبکرؓ کو فضیلت نماز اور روزہ کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس نیکی کی وجہ سے ہے۔ جو اس کے دل میں ہے۔ پس نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کی بظاہر ایک ہی شکل ہے۔ اور جس طرح ایک شخص ان احکام پر عمل کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرا عمل کرتا ہے۔ مگر پیچھے جو محبت ہوتی ہے۔ وہ نتائج کو بدل کر کہیں کا کہیں لے جاتی ہے۔ اسی طرح نماز روزہ کا فائدہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اٹھاتا ہے۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ اور اسے نماز کا بدلہ بھی مل جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کے دل کا ظرف چھوٹا ہے۔ تو جتنا نور اس کے دل میں سما سکتا ہے۔ اتنا سما جائے گا۔ اور باقی بہہ کر ضائع ہو جائے گا۔ جیسے اگر کوئی ساقی دودھ تقسیم کر رہا ہو۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک گلاس ہو۔ جس کے مطابق اس نے سب کو یکساں دودھ دینا ہو۔ تو وہ شخص جس کے پاس بڑا کٹورا ہو گا۔ وہ تمام دودھ کٹورے میں ڈلوا لیگا۔ اور پھر بھی اس کا کٹورا کچھ خالی رہے گا۔ دوسرے کے پاس فرض کرو۔ اتنا ہی پیالہ ہے جتنے میں گلاس بھر دودھ آ سکتا ہے۔ تو جب وہ دودھ پیالہ میں ڈلوائیگا۔ تو گو اس کا پیالہ بھر جائے گا۔ مگر اور دودھ کے لئے اس کے پاس کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس تین چوتھائی جگہ ہو گی۔ تو ¾ حصہ تو پڑ جائے گا۔ مگر باقی چوتھائی ادھر ادھر کناروں سے بہہ جائے گا۔ اور اگر کسی کے پاس نصف گلاس دودھ کی گنجائش ہے۔ تو نصف گلاس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دودھ کی گنجائش ہے۔ تو نصف گلاس دودھ لے لیگا۔ اور باقی دودھ زمین پر گر جائے گا۔ اور اگر کسی کے پاس بہت چھوٹی سی کٹوری ہے۔ تو اس میں چند گھونٹ دودھ پڑ جائیگا۔ اور باقی ضائع ہو جائے گا۔ اسی طرح نماز بیشک یکساں فائدہ لاتی ہے۔ روزہ یکساں فائدہ لاتا ہے۔ حج اور زکوٰۃ یکساں فائدہ لاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کا ظرف چھوٹا ہو۔ اور دل ان انوار کو نہ سمیٹ سکے۔ جو نماز روزہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترتے ہیں۔ تو وہ ضائع چلے جائیں گے۔

تو خدا تعالیٰ کے انعامات کا حصول بھی ظرف کے مطابق ہوتا ہے۔ جتنا ظرف کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اتنی چیز اس کے ظرف میں پڑ جاتی ہے۔ اور جو زائد ہوتی ہے۔ وہ بہہ جاتی ہے۔ یہ ظرف کی وسعت اور تنگی حکمت کو سمجھنے اور جڑ کو پکڑنے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جیسے جیسے انسان احکام کی حکمت سمجھتا جاتا ہے۔ اس کے دل کا پیالہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جتنا جتنا وہ احکام کی جڑ کو پکڑتا ہے۔ اتنا ہی اس کے پیالہ میں مضبوطی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ گویا پیالے کی وسعت حکمت کے سمجھنے اور اس کی مضبوطی جڑ کو پکڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ حکمت کے سمجھنے سے ظرف وسیع ہوتا ہے۔ اور جڑ کے پکڑنے سے اس میں دوام اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ احکام کی جڑ کو پکڑ لیتے اور حکمت کو سمجھ لیتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ

واعظوں کے وعظ سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ واعظ آئیں اور انہیں جگائیں۔ یا حادثات آئیں۔ تو انہیں بیدار کریں۔ وہ بغیر واعظوں کے جگانے کے خود ہی ہشیار ہوتے ہیں۔ اور بغیر حادثات کے بیدار کرنے کے خود ہی بیدار ہوتے ہیں۔ تو حکمتوں کو جاننا اور جڑ کو پکڑنا کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے۔ جب تک انسان کسی کام کی حکمت نہیں سمجھتا اس کے دل میں بشاشت پیدا نہیں ہوتی۔ اور جب تک بشاشت پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت تک انسان اللہ تعالیٰ کے انوار کو جذب بھی نہیں کر سکتا۔

بشاشت دراصل بھوک کا نام ہے۔ اب اگر کسی کا معدہ ضعیف ہو۔ اور اس کے سامنے بہت سا کھانا رکھا ہوا ہو۔ تو چونکہ اس کے اندر کھانے کے لئے بشاشت نہیں ہوگی اس لئے خواہ اس کے سامنے دو چار سیر کھانا پڑا ہوا ہو۔ جب کھانے لگے گا۔ چند لقمے کھا کر ہاتھ کھینچ لے گا۔ لیکن ایک دوسرا شخص جسے بھوک لگی ہوئی ہو۔ اس کے سامنے خواہ تھوڑا بھی کھانا پڑا ہوا ہو۔ سب کھانا اس کے پیٹ میں چلا جائے گا۔ اگر پاؤ پڑا ہوا ہوگا۔ تو پاؤ ہی کھا جائے گا۔ لیکن دوسرے شخص کے سامنے اگر دو سیر بھی کھانا پڑا ہوا ہوگا۔ تو وہ چند لقموں سے زیادہ کھانا نہیں کھا سکے گا۔ اور اگر زیادہ کھائے گا۔ تو اسے قے آ جائیگی۔ اور پہلا کھانا بھی اس کے اندر سے نکل جائے گا۔ تو حکمتوں کے جاننے کے ساتھ بشاشت اور رغبت پیدا ہوتی اور اس طرح روحانی لحاظ سے ایسی بھوک پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے معنوی طور پر انسان کا ظرف بڑا ہو جاتا ہے۔ جس طرح انسان کو جتنی زیادہ بھوک لگتی چلی جاتی ہے۔ اتنا ہی اس کا معدہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح جن لوگوں کے اندر بشاشت ایمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا دل وسیع ہو جاتا۔ اور اس میں ربڑ کی سی لچک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جتنا زیادہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملتا جاتا ہے۔ اتنا زیادہ اس کا دل پھیلتا چلا جاتا اور اللہ تعالیٰ کے انوار کو جذب کرتا چلا جاتا ہے۔ اور جڑ کو پکڑ لینا ایسا ہی ہے جیسے کسی تھیلی میں کوئی چیز ڈال کر اوپر سے تسمہ باندھ لیا جائے۔ اس طرح نیکی میں دوام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس دوام کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ساتھ انسان ایسا تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ کہ پھر اس کا قدم کبھی لڑکھڑاتا نہیں پس ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ جب بھی ہم دین کی طرف توجہ کریں۔ تو ان دو مسئلوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ جب تک

بشاشت ایمانی ہمیں حاصل نہیں۔ اور جب تک ہم احکام کی جڑ کو نہیں پکڑتے۔ اس وقت تک نہ نیکیوں میں دوام پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ قربانیوں کے نیک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ بے شک کچھ فضل ضرور نازل ہوں گے۔ مگر وہ اتنے اہم نہیں ہوں گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو انعامات دے گا۔ لیکن ظرف چھوٹا ہوگا۔ اور اس وجہ سے انعامات سے انسان پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ جیسے اگر کوئی میزبان مہمان کے سامنے کھانا رکھے۔ تو اب یہ مہمان کا کام ہے۔ کہ وہ کھانا کھائے۔ لیکن اگر اسے پیٹ درد شروع ہو جائے۔ یا متلی ہو جائے۔ تو وہ کس طرح کھا سکتا ہے۔ پس بے شک جب ہم نمازیں پڑھتے ہیں۔ جب ہم روزے رکھتے ہیں۔ جب ہم زکوٰتیں دیتے ہیں۔ جب ہم توفیق ملنے پر حج کرتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے فضل بھی نازل ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ دل چھوٹا ہوتا ہے۔ اسلئے وہ فضل ادھر ادھر بہہ جاتے ہیں۔ یعنی اور لوگ تو اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ مگر ہمارے اپنے نفس فائدہ اٹھانے سے محروم رہتے ہیں۔ لیکن جب ہمارے اندر بشاشت ہو۔ تو ہمارا ظرف وسیع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھر جس قدر فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان تمام فضلوں کو ہمارا دل جذب کرتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ فضلوں کا اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ خدایا مجھے اور دے۔ اور جب خدا تعالیٰ اور فضل نازل کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بھی سمیٹ لیتا ہے۔ اور کہتا ہے خدایا اور دے۔ اور چونکہ وہ احکام کی حکمتوں کو ساتھ ساتھ سمجھتا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا دل وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے تمام فضلوں کو سمیٹ لیتا ہے گویا جس شخص کے اندر بشاشتِ ایمانی نہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل ایسے ہی ہیں جیسے امتلاء کے مریض کے منہ میں روٹی ڈال دی جائے۔ اور اسے قے ہو جائے۔ لیکن جس شخص کے دل میں بشاشت ایمانی موجود ہے۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل ایسے ہی ہیں۔ جیسے ہائیڈرو کلورک ایسڈ ڈل کی ایک ڈوز یا چورن کی ایک چٹکی۔ اب چورن کی چٹکی بھوک بڑھایا کرتی ہے۔ گھٹایا نہیں کرتی۔ اسی طرح جس شخص کے دل میں بشاشت ہوتی ہے اس کے اعمال اس کے لئے چورن بنتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جس شخص کے دل میں بشاشت نہیں ہوتی۔ اس پر خدا تعالیٰ کے فضل ایسے ہی آتے ہیں۔ جیسے امتلاء کے مریض کو کوئی شخص روٹی دے دے۔ ایسے مریض کی روٹی کے کھانے سے بھوک بڑھتی نہیں۔ بلکہ متلی ہو جاتی اور پہلا کھایا پیا بھی باہر آ جاتا ہے۔ پس اپنے اندر بشاشت ایمانی پیدا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے انعامات کو اپنے دلوں میں زیادہ سے زیادہ جذب کرنے کے لئے تیار رہو۔ اگر تم دیکھتے ہو۔ کہ تم نے پچھلے سال قربانیاں بھی کیں۔ تم نے نمازیں بھی پڑھیں۔ تم نے روزے بھی رکھے۔ تم نے چندے بھی دیئے۔ تم نے حج بھی کیا۔ تم نے زکوٰۃ بھی دی۔ لیکن باوجود ان تمام نیکیوں کے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تو یقیناً تمہیں

امتلاء کی تکلیف ہے۔ اور تم میں بشاشت ایمانی نہیں۔ تبھی تمہارا دل سکڑ جاتا ہے۔ اور اسی سکڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے کمال کے ساتھ تم پر نازل نہیں ہوتی۔ اور جو نازل ہوتی ہے۔ وہ تمہارے انگ نہیں لگتی۔ لیکن اگر تمہارے اندر بشاشت پیدا ہو جائے۔ تو پھر جتنی زیادہ وہ بشاشت ہوتی چلی جائے گی۔ اتنا ہی تمہارا دل وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فضل نازل ہوں گے۔ وہ تمہارے انگ بھی لگیں گے۔ اور تمہیں اپنی نیکیوں کا صریح فائدہ بھی دکھائی دینے لگ جائیگا۔

چونکہ اب تین بج چکے ہیں۔ اس لئے میں خطبہ کو اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اس مضمون کا کچھ حصہ ابھی باقی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اگلے جمعہ بیان کر دوں گا۔ مگر اس وقت میں دوستوں کو پھر اس امر کی طرف توجہ دلا دیتا ہوں کہ ہم لوگوں نے

گزشتہ سالوں میں بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ لیکن چونکہ ابھی ہماری جدوجہد کا زمانہ ختم نہیں ہوا۔ اس لئے ان قربانیوں کے بعد ہماری حالت اس عورت کی طرح نہیں ہونی چاہیئے۔ جس کے متعلق قرآن کریم میں ذکر آتا ہے۔ کہ وہ سوت کاتتی اور پھر اسے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔ کہ نہ ان ٹکڑوں کا اسے خود کوئی فائدہ ہوتا۔ اور نہ دوسرے لوگ اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھا سکتے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیئے۔ کہ ہماری گذشتہ قربانیاں ہمارے لئے سستی کا موجب نہ ہوں۔ بلکہ زیادہ چستی اور زیادہ بیداری پیدا کرنے کا موجب ہوں۔ تا پچھلی قربانیوں کے نتائج سے بھی ہم فائدہ اٹھا سکیں۔ اور آئندہ کی برکات بھی ہمیں حاصل ہوں۔ (الفضل)

مرد و عورت کی کشتی

لکھنؤ کی ایک عورت پہلوان امید بانو نے پہلے لکھنؤ میں ایک مرد پہلوان کو زیر کیا۔ پھر امرتسر میں ایک پنجابی پہلوان کو چاروں شانے چت کیا۔ لیکن حال ہی میں لدھیانہ میں ایک پہلوان علاؤ الدین نے اسے دو منٹ میں چاروں شانے چت گرا دیا۔ ان کشتیوں میں ہزاروں مرد عورت تماشائی جمع ہوتے رہے۔ اور واقعی مرد اور عورت کی کشتی زمانہ حاضرہ کی انتہائی بے حیائی کا ایک دلچسپ شغل اور روپیہ کمانے کا شرمناک ڈھنگ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن!

نبوت مسیح موعودؑ

(۲)

مولوی عمرالدین صاحب شملوی کے غیر مطبوعہ مضمون کی دوسری قسط برائے جواب از مولوی صاحب شملوی واتمام حجت براہل پیغام شائع کی جاتی ہے ملاحظہ ہو! مولوی صاحب شملوی کن زبردست دلائل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت ثالث صاحب کے سامنے برائے فیصلہ پیش کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

مسیح موعود کی نبوت آنحضرتؐ کا کمال نبوت ثابت کرنے کیلئے ہے

(۱) وان قال قائل کیف یکون نبیٌّ من ھٰذہ الامۃ وقد ختم اللہ علی النبوۃ

ترجمہ:۔ اگر کوئی کہے۔ کہ اس امت میں سے کوئی نبی کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نبوت پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔

فالجواب

انہ عزوجل ماسمی ھذا الرجل نبیا الا لاثبات کمال نبوۃ سیدنا خیر البریہ۔ فان ثبوت کمال النبی لایتحقق الا بثبوت کمال الامۃ ومن دون ذالک ادعاء محض لادلیل علیہ عند اھل العطنۃ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴)

ترجمہ خدائے عزوجل نے آنحضرت صلعم خیر البریہ کی نبوت کا کمال ثابت کرنے کے لئے میرا نام نبی رکھا ہے۔ نبی کے کمال کا ثبوت بجز امت کے کمال کے ثابت نہیں ہوتا۔ اور عقلمندوں کے نزدیک بغیر اس کے دعوے بلا دلیل ہے۔

(۲) ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے۔ کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔ اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۴)

امور قابل یادداشت

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو افضل الانبیاء ہیں۔ ان کے سب سے افضل ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ کی اتباع سے جہاں لاکھوں اولیاء اللہ قطب۔ ابدال اور محدث ہوئے۔ وہاں ایک امتی نبی اللہ بھی ہوا۔ اور نبی بھی ایسا کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی تمام انبیاء کا ایک جامع وجود جو خدا کا رسول ہے۔ اور یہ کمال پہلے کسی نبی سے ظہور میں نہیں آیا۔

(۲) نتیجہ جو مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اگر مسیح موعود کی نبوت کا انکار کیا جاوے۔ تو پھر ختم نبوت ایک بڑا دعوےٰ ہے۔ جس پہ کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ محدث تو پہلی امتوں میں بھی ہوئے۔ اگر یہاں بھی محدث ہی ہوئے۔ تو بڑائی کیا ہوئی۔

(۳) تیسرا امر جو قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتی ہونا موجب فخر ہے نہ ذلت۔ کیونکہ آپ کا امتی ہو کر مسیح موعود نے وہ نبوت پائی۔ جو نبوت مسیح اسرائیلی جیسے اولوالعزم نبی سے بڑھ کر ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے کمال کی دلیل ہے۔

(۴) چوتھی بات جو ظاہر ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ امتی ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے۔

(۵) نمبر ۳ اور ۴ کا مجموعی نتیجہ یہ ہے۔ کہ امتی نبی اور براہ راست نبی میں فرق کچھ بھی نہیں۔ صرف ذریعہ حصول نبوت کا فرق ہے۔ ہاں امتی نبی مستقل نبی سے بڑھ کر ہے۔

ختم نبوت کے پانچویں معنے

(۱) آں شہ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سید عشاق حق شمس الضحےٰ
آنکہ ہر نورے طفیلِ نور اوست
آنکہ منظور خدا منظور اوست
آنکہ جملہ انبیاء و راستاں
خادمش ہمچو خاک آستاں
طفیل اوست نور ہر نبی
نام ہر مرسل بنام او جلی

(ب) یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۳۳)

نوٹ: مسیح موعود بھی امتی اور نبی ہے

حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا گیا ہے۔ تا معلوم ہو۔ کہ ہر کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

خاتم النبیین اور لانبی بعدی کے الہامی معنے

وانی علٰی مقام الختم من الولایۃ کما کان سیدی المصطفٰی علٰی مقام الختم من النبوۃ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء لاولی بعدی الا الذی ھو منی وعلٰی عھدی۔

ترجمہ:۔ اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا۔

(خطبہ الہامیہ ص۳۵)

"میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا" کی تشریح

ساتواں ہزار ہدایت کا ہے۔ جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے۔ اسلئے ضرور تھا۔ کہ امام آخرالزمان اس کے سر پر پیدا ہو۔ اور اس کے بعد کوئی امام نہیں۔ اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے۔ جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ اور یہ امام جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے۔ وہ مجدد صدی بھی ہے۔ اور مجدد الف آخر بھی۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۵)

نتیجہ۔ جو معنے خاتم الاولیاء کے ہیں۔ وہی معنے خاتم الانبیاء کے ہوئے۔ اور وہ لوگ جو مسیح موعود کے بعد ولی یا امام یا مسیح ہوں گے۔ وہ ظلی طور پر ہوں گے۔ یعنی مسیح موعود کے طفیل۔ جیسا کہ الفاظ "مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا" سے ظاہر ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو۔ کہ یہ الہامی معنے نہیں تو میں حضرت مسیح موعود کے مندرجہ ذیل الفاظ بطور ثبوت پیش کرتا ہوں۔

" خدا فرماتا ہے۔ کہ لوگوں نے اسکو قبول نہ کیا۔ مگر میں قبول کروں گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ یہ دنیا ختم نہ ہو۔ جب تک یہ تمام باتیں ظہور میں آ جائیں۔ اور جیسا کہ انجیل میں ہے۔ کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونہ کا سرا ہوا۔ اسی طرح خدا نے مجھے فرمایا۔ کہ وہ تجھے رد کرتے ہیں۔ مگر میں تجھے خاتم الخلفاء بناؤنگا۔ اس بارے میں وحی الٰہی کئی مختلف عبارتوں میں ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حاشیہ ص۱۰۴)

مصطفےٰ کمال کے متعلق

ایک انگریز سیاح کی رائے

میں قسطنطنیہ کے ایک ہوٹل میں آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا۔ کہ دو ترکی افسر اپنے بوٹ کی ایڑیوں کو چٹخارتے ہوئے میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مجھ سے ہمکلام ہوئے۔

"تم انگریز ہو۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سمرنا سے تم آج یہاں پہنچے ہو؟" "ہاں!"

" اور تم چودہ دن تک یہاں قیام کرو گے؟"

میں نے ہنس کر جواب دیا۔ "تم تو میرے متعلق سب کچھ جانتے ہو؟"

لیکن ان کے چہرے پر مسکراہٹ تک نمودار نہ ہوئی۔

"تمہارے لئے یہ اشد ضروری ہوگا۔ کہ ہر روز پولیس تھانہ میں جا کر اپنی حاضری کی اطلاع دو۔ ورنہ تمہارا پاسپورٹ منسوخ کر دیا جائے گا۔"

میں نے کچھ عذر کرنا شروع کیا۔ "لیکن یہ کس کے حکم سے۔ "مصطفےٰ کمال پاشا کے حکم سے۔" ترکی ڈکٹیٹر۔

یہ کہہ کر دونوں افسر اپنے جوتوں کی ایڑیوں کو چٹخارتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ ترکی میں پہنچ کر میرا اس طرح تعارف ہوا۔ میں ہر روز پولیس تھانہ میں جا کر اطلاع کر دیا کرتا۔ امر واقعہ یوں ہے۔ کہ انگریزوں کے متعلق ترکوں کی رائے نہایت مایوس کن ہے۔ وہ لوگ فرنگیوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ کیونکہ انہیں پورا یقین ہے۔ کہ ہم ان کے خلاف یونانیوں کے دست و بازو بن رہے ہیں۔

ترکی کا دور جدید ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس کو میں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ محسوس کیا ہے۔ اور اس انقلاب کے استوار کا انحصار صرف ایک شخص پر ہے۔

میں نے ترکی کی گلیوں میں دیکھا۔ کہ عوام الناس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انگریزی ٹوپی پہنے پھرتے ہیں۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا:۔ "وہ سرخ ٹوپی کیا ہوئی؟"

"پہننے کی ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کرنیوالے کی سزا موت ہے۔"

"کس کا حکم ہے"۔

"مصطفےٰ کمال کا"۔

ترکی عورتوں کو بے نقاب دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔

"عورتوں کا پردہ کیا ہؤا؟" میں نے دوسرے راہگیر سے پوچھا۔

"مصطفےٰ کمال نے اڑا دیا ہے"!

میں درویشوں کا مذہبی ناچ دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن میرے راہنما نے مجھے بتایا۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا کے حکم سے ہر قسم کا مذہبی ناچ منسوخ ہو چکا ہے۔ حکم عدولی کی سزا موت ہے۔

میں جس دکان میں گیا۔ سب سے پہلے ایک شخص کی تصویر نظر پڑی۔ جس کے بال خوبصورت تھے آنکھیں نیلگوں اور تجسس آمیز تھیں۔ وہ حسین تھا۔ لیکن تندی چہرے سے ٹپک رہی تھی۔

"یہ کون شخص ہے؟" میں نے ایک دوکاندار سے پوچھا۔ "غازی مصطفےٰ کمال"

میرا خیال ہے۔ کہ دنیا کے اس دور میں وہ جملہ ڈکٹیٹروں میں امتیازی شان رکھتا ہے۔ وہ اپنے غیر فانی دبدبے اور شوکت سے لیکن تلوار کی دھار پر ایک ایسا انقلاب برپا کرتا ہے جس سے ہمیں اوراق پارینہ کے پلٹنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ رحم کی درخواست اس شخص پر مطلق اثر نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک موت بہترین علاج ہے۔

زیادہ عرصہ نہیں ہؤا۔ کہ اس کے ایک عمیق ترین دوست کو سزائے موت کا حکم ہؤا۔ جب مصطفےٰ کمال سلطان کے خلاف جنگ میں مصروف تھا۔ تو یہ شخص اس کے دوش بدوش لڑ رہا تھا۔ اور لبا اوقات اس نے مصطفےٰ کمال پر اپنی جان قربان کرنے میں دریغ نہیں کیا تھا۔ فراری کے وقت بھی یہ دونوں اکٹھے تھے۔ لیکن دستخط کرتے وقت اس کے ماتھے پر بل نہیں پڑا۔ سگریٹ منہ سے نکال کر دستخط کر دیئے۔ گویا ایک نہایت معمولی فیصلہ اس نے صادر کیا۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے۔ کہ سالونیکا کے کسانوں میں سے نکل کر وہ کس طرح ترکی کا حاکم علے الاطلاق ہو گیا۔ ایک فوجی مدرسہ میں اس نے اپنی زندگی ابتداء کی۔ جہاں سے نکل وہ ایک خفیہ انقلابی جماعت میں شامل ہو گیا۔

مصطفےٰ کمال کے رفقاء بھی اس سے کانپتے تھے۔ اور دل ہی دل میں اس سے نفرت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ شطرنج کا ایسا مہرہ تھا۔ جو ہر ایک کی بازی کو مات کر دیتا تھا۔ اور کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتا تھا۔ جب وہ کلام کرتا۔ تو ایسا معلوم ہوتا۔ کہ لوہے پر تیزاب گر رہا ہے۔ حکام بھی اس خطرناک آدمی کو بھانپ گئے۔ اور انہوں نے اسکو ایک فوج کے ساتھ بلگیریا کی طرف بھیج دیا۔ اس سے باقی سازش کنندوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

اپنے وطن کی جدائی میں اسے بہت صدمہ ہؤا۔ وہ لہو کے گھونٹ پی رہا تھا۔ وہ جلاوطنی کے ایام اسی خیال میں نہایت مایوسی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ جب جنگ عظیم برپا ہوئی۔ تو مصطفےٰ کمال کو واپس بلایا گیا۔ رنج والم اور بیماری کی وجہ سے وہ ایک مشت استخواں سے زیادہ نہ تھا۔ جب وہ قسطنطنیہ میں دوبارہ داخل ہؤا۔

شاندار کامیابی اس کے سر پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ گیلی پولی میں وہ انگریزی فوج کے مقابلہ میں لڑ رہا تھا۔

وہ جرمن کمانڈر ولن سانڈرس پر علانیہ بنظر حقارت ہنس رہا تھا۔ اور جرمن کمانڈر کو بھی اسکی طباعی اور غیر معمولی ذہانت کا اعتراف تھا۔ اس کے سپاہی جب خندقوں میں کھانے پینے اور سونے میں مصروف ہوتے تھے۔ تو مصطفےٰ کمال کی طباعی اس وقت مصروف کار ہوتی تھی۔ وہ اپنی بیماری کو بھول چکا تھا۔ اور بھوکے شیر کی طرح اپنے سپاہیوں کو لے کر انگریزی سپاہ پر لپک کر جا گرتا تھا اس کے حملے نہایت خطرناک ہوتے تھے۔ وہ ایک نہایت دلکش زندگی کا مالک ہے جب جہازوں سے بم اس کے کیمپ کے نزدیک آکر پھٹے۔ اور طیارے چیلوں کی طرح اس کے سر پر منڈلا رہے تھے۔ تو وہ سگریٹ منہ میں اور چائے کی پیالی ہاتھ میں لئے دشمن پر بنظر استہزاء ہنس رہا تھا۔ اس کے نزدیک خطرہ ایک بے معنی سا لفظ ہے۔

وہ کامیاب رہا۔ انگریزوں کو گیلی پولی چھوڑتے ہی بنی۔ جب وہ قسطنطنیہ کو لوٹا۔ تو کامرانی کا سہرا اس کے سر تھا۔ اسکی شجاعت کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ ٹرکی میں مشہور ہیرو خطرناک ہوتے ہیں۔ اس لئے اسے شام کی سرحد پر بھیجا گیا۔ جہاں ترک انگریزوں کے ساتھ مصروف جنگ تھے۔ اور انگریزوں کے بے پناہ حملوں سے پیچھے ہٹتے جا رہے تھے

ایک دفعہ پھر مصطفےٰ کمال دیوانہ وار جنگ میں مصروف ہو گیا۔ اور بکھری ہوئی فوج کو یکجا کیا۔ اپنی فوج کے ڈرپوک اور بھاگنے والے سپاہیوں کو اپنے ہاتھ سے بندوق کا نشانہ بنایا۔ اور اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کو پہاڑی کے سامنے ایسی جگہ پر جما دیا۔ کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی متحدہ طاقت اس کو اس جگہ سے نہ ہلا سکی۔

اسکی شہرت نہ صرف اپنے ملک میں تھی۔ بلکہ دشمن سے بھی وہ خراج تحسین حاصل کرتا تھا۔ اسکی کامیابی پر حکام بالا کو خدشہ ہؤا۔ اور انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ اس خطرناک انسان سے مخلصی پانی چاہیئے۔ چنانچہ اسے نہایت خطرناک مہمات پر بھیجا گیا۔

لیکن اسکی قسمت کا ستارہ اوج پر تھا۔ جب یونانیوں نے ٹرکی پر حملہ کیا۔ تو مصطفےٰ کمال کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسے فوراً بلوایا گیا۔ تاکہ وہ یونانیوں کو اپنی غیر معمولی لیاقت سے شکست دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ یونانیوں کو دھکیلتا ہؤا بحیرۂ روم تک لے گیا۔ فاتح سپہ سالار سمرنا کی پہاڑیوں پر کھڑا قلعہ کو نذر آتش ہوتا ہؤا دیکھ رہا تھا۔ یونانیوں نے بھاگنے سے پہلے قلعہ کو آگ لگا دی تھی۔ اور انگریزوں کے شکست خوردہ سپاہی ملکہ الزبتھ جہاز میں ایک میل پر سے کھڑے ہوئے حسرت آمیز نگاہوں سے ٹرکی کا دور جدید دیکھ رہے تھے۔ (ماخوذ)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(ڈاک سے ہزار ہوویں۔ بابرگ و بار ہوویں)

اللہ تعالےٰ نے اپنے فرستادہ کو بشارت دی۔ کہ تری نسلاً بعیداً۔ ینقطع عن اٰبائک ویبدء منک۔ اور اسکی تشریح میں فرمایا۔ "خدا تیرا گھر برکت سے بھر دیگا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ × × × × تیری نسل بہت ہو گی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دونگا۔ تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائیگی۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ سو میں ذیل میں ایک فہرست دیتا ہوں۔ کہ گذشتہ ۳۰ سال میں خدا نے اس گلستان احمد کو کیسا پر بہار بنا دیا ہے

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ام المؤمنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے حسب پیشگوئی یتزوج ویولد لہ تین جلیل القدر فرزند نرینہ ہیں۔ چوتھے مرزا مبارک احمد صاحب فوت ہو گئے۔

(۱) سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ (۲) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ (۳) حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور دو صاحبزادیاں (۱) محترمہ نواب سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ (۲) محترمہ سیدہ امۃ الحفیظ صاحبہ۔ (۲) سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اولاد حسب ذیل ہے:۔

(ا) حرم اول محترمہ سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ سے (ذکور) (۱) حافظ مرزا ناصر احمد صاحب (۲) مرزا مبارک احمد صاحب (۳) مرزا منور احمد صاحب (۴) مرزا حفیظ احمد (۵) مرزا انور احمد (۶) مرزا اظہر احمد (۷) مرزا رفیق احمد۔ (اناث) (۸) سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ (۹) سیدہ امۃ العزیز بیگم۔

(ب) حرم دوم سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ سے (۱۰) مرزا خلیل احمد صاحب (۱۱) امۃ القیوم بیگم صاحبہ (۱۲) امۃ الرشید بیگم صاحبہ۔

(ج) حرم سوم سیدہ مریم ام طاہر صاحبہ (۱۳) مرزا طاہر احمد صاحب (۱۴) امۃ الحکیم بیگم صاحبہ (۱۵) امۃ الباسط بیگم صاحبہ (۱۶) امۃ الجمیل بیگم صاحبہ

(د) حرم چہارم سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ سے (۱۷) مرزا وسیم احمد (۱۸) مرزا نعیم احمد

(ہ) حرم پنجم سیدہ سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے (۱۹) مرزا رفیع احمد (۲۰) مرزا حنیف احمد (۲۱) امۃ النصیر بیگم صاحبہ۔

(و) حرم ششم سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے (۲۲) امۃ المتین بیگم۔

---

(۳) حضور کے فرزند اکبر حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کا نکاح سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت نواب محمد علی خاں صاحب سے ہؤا۔ جس سے ایک لڑکا ہے (۱) آنس احمد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ب) حضور کی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا منصور احمدؐ صاحب کی زوجہ محترمہ ہے۔ حسب ذیل اولاد ہے:-

(۱) ادریس احمدؐ (۲) امۃ الرؤف بیگم۔

(۴) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی اولاد حسب ذیل ہے:-

(۱) مرزا مظفر احمدؐ صاحب آئی۔سی۔ایس (۲) مرزا حمید احمد صاحب (۳) مرزا منیر احمدؐ صاحب (۴) مرزا مبشر احمدؐ صاحب۔ (۵) مرزا مجید احمدؐ صاحب (۶) سیدہ امۃ السلام بیگم صاحبہ (۷) امۃ الحمید بیگم صاحبہ (۸) امۃ المجید بیگم صاحبہ (۹) امۃ اللطیف بیگم صاحبہ

(۵) حضرت مرزا شریف احمدؐ صاحب کی اولاد (۱) مرزا منصور احمدؐ صاحب (۲) مرزا ظفر احمدؐ صاحب (۳) مرزا داؤد احمدؐ صاحب (۴) امۃ الودود بیگم صاحبہ (۵) امۃ الباری بیگم صاحبہ۔

(۶) محترمہ سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کی اولاد یہ ہے:-

(۱) میاں محمدؐ احمدؐ خاں صاحب (۲) میاں مسعود احمدؐ خاں صاحب (۳) سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ (۴) سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (۵) صبیحہ بیگم صاحبہ۔

(۷) میاں محمدؐ احمدؐ صاحب کی زوجہ محترمہ سیدہ امۃ الحمید بنت مرزا بشیر احمدؐ صاحب سے ایک لڑکا ہے (۱) حامد احمدؐ۔

(۸) سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ (جو میاں عبداللہ خاں صاحب ابن حضرت نواب محمدؐ علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ کی زوجہ محترمہ ہیں) سے یہ اولاد ہے:-

(۱) میاں عباس احمدؐ صاحب (۲) میاں شاہد احمدؐ صاحب (۳) سیدہ طیبہ بیگم صاحبہ (۴) طاہرہ بیگم صاحبہ (۵) زکیہ بیگم صاحبہ (۶) قدسیہ بیگم صاحبہ (۷) شاہدہ بیگم صاحبہ۔

(۹) خان بہادر مرزا سلطان احمدؐ صاحب مرحوم ابن حرم اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد پہلی بیوی مرحومہ سے جناب مرزا عزیز احمدؐ صاحب ایم۔اے مجسٹریٹ درجہ اول ہیں۔ اور دوسری بیوی سے مرزا رشید احمدؐ صاحب۔

(۱۰) مرزا عزیز احمدؐ صاحب کی پہلی بیوی مرحومہ سے یہ اولاد ہے:-

(۱) مرزا مبارک احمدؐ (۲) بصیرت بیگم صاحبہ مرزا سعید احمدؐ صاحب بڑے تھے۔ حال ہی میں فوت ہو گئے۔ اعلی اللہ مقامہ۔

زوجہ دوم۔ جو حضرت سید محمدؐ اسحاق صاحب ابن حضرت میر ناصر نواب صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ اس سے یہ اولاد ہے۔

(۳) مرزا خورشید احمدؐ صاحب (۴) روحی بیگم صاحبہ۔

(۱۱) مرزا رشید احمدؐ صاحب کی زوجہ محترمہ امۃ السلام صاحبہ جو بنت حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب ہیں۔ ان کی اولاد یہ ہے:-

(۱) مرزا نسیم احمدؐ۔ (۲) مرزا سلیم احمدؐ (۳) قدسیہ بیگم صاحبہ (۴) صبیحہ بیگم صاحبہ (۵) آصفیہ شاہدہ بیگم (۶) انیسہ بیگم۔

اللھم زد فزد و بارک فیھم۔ ے۔ کس۔

خاکسار اکمل۔ عفا اللہ عنہ ۹ر نومبر ۳۸ء

دار الامان کی خبریں

(۱) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بنصرہ کی صحت خدا کے فضل سے قابل حمد ہے

(۲) مسرت و شادمانی کی یہ خبر ہے۔ کہ ۹ر نومبر ۳۸ء کو قبل دوپہر کی گاڑی سے صاحبزادگان حافظ مرزا ناصر احمدؐ صاحب مولوی فاضل بی۔اے اور مرزا مبارک احمدؐ صاحب مولوی فاضل بی۔اے فرزندان حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ اور مرزا مظفر احمدؐ صاحب بی۔اے۔ آئی۔سی۔ایس فرزند اکبر حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب ایم۔اے لنڈن سے فارغ التحصیل ہو کر مع الخیر رونق افروز دار الامان ہوئے۔ اور محترم حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔اے اور مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔اے امام مسجد احمدیہ لنڈن بھی مع الخیر واپس تشریف لے آئے اس مبارک قافلہ کا شاندار استقبال بٹالہ سٹیشن سے شروع ہو کر قادیان کے ریلوے سٹیشن پر منتہی ہوا۔ فللہ الحمد۔

(۳) ۱۱ر نومبر کو اس مبارک قافلہ کے اعزاز میں جامعہ احمدیہ مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول اساتذہ اور طلباء کی طرف سے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں روزہ کشائی بدعوت چاء و فروٹ و کباب ہوئی۔ جس میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ اور ممبران قافلہ شامل ہوئے۔ ایڈریس دیئے گئے۔ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب اور درد صاحب اور صاحبزادگان نے علی الترتیب ایڈریس کے جواب دئے۔ اور اساتذہ و طلباء کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ اور مبلغین سلسلہ کے متعلق جو فرائض جماعت پر عائد ہیں۔ احباب کو توجہ دلائی اور دعا فرمائی۔

(۴) منشی سبحان علی صاحب کاتب دفتر فاروق کے گھر میں خدا تعالیٰ نے ۱۰ر نومبر کو بروز جمعرات فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا مولود کو والدین کے لئے قرۃ العین اور اسلام و سلسلہ کا خادم بنا دے۔ اور لمبی عمر عطا فرماوے۔ آمین۔

تحریک جدید سال چہارم کے وعدے جلد پورے کئے جائیں

تحریک جدید سال چہارم کی مالی قربانیوں میں جن احباب کرام نے اپنے وعدے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی خوشی اور مرضی سے رضاء الٰہی کے لئے پیش کئے تھے۔ انہیں یاد رہے۔ کہ ان وعدوں کے سو فی صدی پورا کرنے کا آخری وقت ۳۰ر نومبر ۳۸ء ہے۔ ہر جماعت کے سکرٹری مال تحریک جدید اپنی اپنی جماعت کا محاسبہ کر لیں۔ اور جن کے ذمہ سو فی صدی پورا کرنے سے کچھ رقم رہتی ہے۔ اسے ۳۰ر نومبر ۳۸ء سے قبل مرکز میں پہنچا دیں۔ نیز براہ راست وعدے حضور کے پیش کرنے والے احباب کرام بھی اپنا وعدہ پورا کر لیں۔ تا وہ سب کہہ سکیں۔ کہ پچھلا بوجھ تو ہم اٹھا چکے۔ اب آئندہ تحریک جدید کی مالی قربانیوں میں لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔ والسلام۔

خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید

مبارک بادی از جانب حافظ غلام رسول وزیر آبادی

بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الموعود و بخدمت حضرت ام المؤمنین و بخدمت حضرت میاں بشیر احمدؐ صاحب و دیگر ممبران خاندان نبوت بہ نظم پنجابی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

وچ حضور خلیفہ ثانی عرض غلام گدائے
الحمد للہ لکھ خوشی ہوئی گھر آ گئے صاحبزادے
ناصر دی رب نصرت کیتی علم عطا فرمایا
نال مبارک برکت شامل رکھ ہمیش الٰہی
نال مظفر فتحمندی نوں رکھ خدایا جاری
حضرت ام المؤمنین نوں لکھ مبارک بادی
حضرت ام ناصر نوں رب بخشی نعمت بھاری
تے ماپے میاں مظفر دے بھی نفل پڑھن شکرانے
پھپھیاں ماسیاں مائیں چاچے بھیناں بھائی سارے
اولاد مسیح موعود نوں اللہ رکھ ہمیشہ شاداں
تے بد بختاں بدخواہاں دے توں شروں رکھ بچائی

باغو باغ ہویا دل سن کے خبر خوشی دی نعرے
واپس نال مراداں پورے کیتے رب ارادے
دوہیں جہانیں نصرت اسدی کرتوں بار خدایا
ہر کم اندر برکت پاوے اندر تیری شاہی
جد گھر آوے نال فتح دے صفت تیری ستاری
لعل جواہر موتی دیکھے رب وکھائی شادی
اسدا شکر نہ ہو سکدا اے وچ حیاتی ساری
جو آگیا واپس پُت پیارا اے کر علم خزانے
سب دی خدمت وچ غلام مبارکباد گذارے
وچ حیاتی دنیا دینی پاون سب مراداں
بڈھا کرے دعائیں سب آمین آکھو بھائی

تے اس بڈھے بیمار دے کارن سارے کرو دعائیں
کرے گناہ معاف میرے رب بخشے جلد شفائیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا پیغام مسلمانان حیدر آباد دکن کے نام

حال میں جب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ تو وہاں سے واپسی کے وقت ایک معزز مسلمان جناب اعظم علی خاں صاحب وکیل معتمد انجمن اتحاد المسلمین پربھنی ریاست حیدر آباد نے درخواست کی۔ کہ آپ مسلمانانِ حیدر آباد کے نام کوئی پیغام دیں۔ اس پر حضور نے سٹیشن نام پلی پر ایک مختصر سی تقریر کی صورت میں جو پیغام دیا۔ اور حیدر آباد دکن کے روزانہ اخبارات میں چھپ گیا۔ وہ معزز معاصر "رہبر دکن" ۲۶ر اکتوبر سے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

میں آج اس بلدہ سے جا رہا ہوں۔ ایک صاحب نے مجھ سے خواہش کی ہے۔ کہ میں اس موقعہ پر کوئی پیغام مسلمانانِ حیدر آباد کے نام دوں۔ اس مختصر سے وقت میں میں ایک ضروری بات کی طرف تمام احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت ایسی ہے۔ جیسے بتیس دانتوں میں زبان ہوتی ہے۔ اس جگہ کی حالت میں نے خود کسی قدر دیکھی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی زبان سے سنا ہے۔ جس سے میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ وہ کام جو ہمارے آباواجداد نے اشاعت اسلام کے بارہ میں کیا تھا۔ آج مسلمان اس سے غافل ہیں۔ بلکہ اختلافات کا شکار ہو رہے ہیں۔ آج مسلمان قلت میں ہیں۔ ان کے پاس اسباب نہایت محدود ہیں۔ اور ان کا مقابلہ ان لوگوں سے ہے۔ جو بہت بڑی اکثریت رکھتے ہیں۔ اور جن کی تنظیم نہایت اچھی ہے۔ اگر ان حالات میں بھی مسلمان یک جہتی سے کھڑے نہ ہوئے۔ تو قریب زمانہ میں ان کی تباہی کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس لئے اپنی جماعت سے بھی اور دوسرے فرقہ والے دوستوں سے بھی میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ وہ ان حالات میں اتحاد و اتفاق کی قیمت کو سمجھیں۔ اور اختلافات کو اپنی تباہی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

"میں دیکھتا ہوں۔ کہ مسلمان ایسے حالات میں سے گزر رہے ہیں۔ جن میں جانور بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور لڑائی جھگڑے چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ چڑیاں آپس میں لڑتی ہیں۔ لیکن جب کوئی بچہ انہیں پکڑنا چاہتا ہے۔ تو لڑائی چھوڑ کر الگ الگ اڑ جاتی ہیں۔ اگر چڑیاں خطرہ کی صورت میں اختلاف کو بھول جاتی ہیں۔ تو کیا انسان اشرف المخلوقات ہو کر خطرات کے وقت اپنے تفرقہ و اختلاف کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں میں موجودہ وقت میں یہ احساس بہت کم پایا جاتا ہے"۔

"اسلام جس کی عظمت کو اس کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جس کی تعلیم کے ارفع و اعلےٰ ہونے کو مخالف بھی مانتے ہیں۔ اس کی اشاعت و نصرت سے منہ پھیر کر ذاتی اختلافات میں وقت ضائع کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ موجودہ خطرات اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ کہ مسلمان باہمی اختلاف کو ایسا رنگ دیں۔ جس سے اسلام کے غلبہ اور اسکی ترقی میں روک پیدا ہو۔ سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ پرچم اسلام کو بلند رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں۔ جنوبی ہند میں ہمارے بزرگوں نے اسلام کی شوکت کو قائم کیا۔ اسی زمانہ میں ہمارا فرض ہے۔ کہ اس عظمت کو دوبارہ قائم کریں۔ اور اس کے لئے تمام مسلمانوں کی متحدہ کوشش نہایت ضروری ہے"۔

"پس اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں تحریک کرتا ہوں کہ ہندوستان کے جنوب میں مرکزِ اسلام کی حفاظت کے لئے جملہ مسلمان مل کر کوشش کریں۔ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہو"۔

سلسلہ کی خبریں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے

ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے جلسہ ہائے سیرۃ النبی کے لئے جو ہر سال جماعت احمدیہ کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل اعلان فرمایا ہے۔ کہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسوں کی تحریک جس قدر مفید اور بابرکت ثابت ہو چکی ہے۔ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے خوشکن نتائج کو دیکھتے ہوئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہر آنے والے سال کو گذشتہ سال کی نسبت زیادہ اہتمام اور زیادہ کوشش اس جلسہ کو شاندار بنانے میں صرف کریں۔ جیسا کہ احباب کو معلوم ہو چکا ہے۔ اسی سال جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ۱۱ر دسمبر کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ اور اسی دن جس موضوع پر خاص طور سے تقریریں کی جائیں گی۔ وہ یہ ہے۔ کہ "حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور امن عالم" یہ نہایت شاندار موضوع ہے۔ اور اسکی اہمیت اس وقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ یہ دیکھا جائے۔ کہ آج کل ہر طرف بے امنی اور بے اطمینانی کا دور دورہ ہے۔

جماعت احمدیہ کے اہل علم اور اہل قلم اصحاب سے گزارش ہے۔ کہ جہاں وہ اپنی اپنی جماعت کے جلسہ میں اس موضوع پر تقریریں کرنے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ وہاں اس پر مضمون لکھ کر جلد سے جلد الفضل کو بھجوائیں تاکہ ان سے ہر مقام کے احمدی فائدہ اٹھا سکیں۔ اور انہیں بھی لیکچر کی تیاری میں مدد مل سکے۔ امید ہے۔ کہ احباب اس طرف جلد توجہ فرمائیں گے۔ کیونکہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے

خط و کتابت کے متعلق ضروری اعلان

دفتر ہذا کی مختلف برانچوں کی چٹھیوں کے جواب جماعتیں اکثر ایک ہی کاغذ پر دے دیتی ہیں۔ چونکہ کام علیحدہ علیحدہ صیغوں میں ہوتا ہے۔ اور ایک ہی چٹھی میں مختلف مضامین ہونے کی وجہ سے جواب میں التوا ہو جاتا ہے۔ اسلئے مقامی عہدہ داروں سے التماس ہے۔ کہ وہ دفتر ہذا کی مختلف چٹھیوں کا جواب علیحدہ علیحدہ کاغذ پر دیا کریں۔ (۲) تحریک جدید کشمیر فنڈ اور امانت فنڈ تحریک جدید بھی علیحدہ صیغہ جات ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی سوانح عمری

ناظر صاحب تالیف و تصنیف قادیان حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی سوانحعمری مرتب کرنے والے احباب سلسلہ کے لئے حسب ذیل اطلاع شائع کرتے ہیں۔ کہ کچھ عرصہ ہوا۔ نظارت ہذا کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی سوانحعمری لکھنے کے متعلق اعلان کیا گیا تھا۔ اس پر چند اصحاب نے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ چونکہ اس کام کی میعاد آخر ستمبر مقرر کی گئی تھی۔ اسلئے اس اعلان کے ذریعہ سے سوانح نویس اصحاب کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنا اپنا مسودہ بہت جلد نظارت ہذا میں ارسال فرما کر ممنون کریں۔ اگر مزید وقت درکار ہو۔ تو اسکی بھی اطلاع دیں۔ کہ کب تک وہ اس کام کو مکمل کر دیں گے۔

سلسلہ احمدیہ کے اہل قلم حضرات فوراً توجہ کریں

ناظر صاحب تالیف و تصنیف کا حسب ذیل ضروری اعلان تمام اہل قلم اصحاب سلسلہ کی توجہ کیلئے شائع کیا جاتا ہے (۱) سلسلہ احمدیہ کے خلاف مخالفین کی طرف سے جو لٹریچر شائع ہوتا رہتا ہے۔ اس کا جواب دینے کے لئے نظارت ہذا کو جماعت کے اہل قلم اصحاب کی فہرست کی ضرورت ہے۔ یہ کام جس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ احباب جماعت اس سے آگاہ ہیں۔ اسلئے ایسے اصحاب جو مصنف ہوں۔ یا عام طور پر مضامیں لکھتے رہتے ہوں۔ یا لکھنے کی ص۴

صوم قابلیت رکھتے ہوں۔ وہ براہ مہربانی اپنے مکمل پتہ سے بہت جلد مطلع فرماویں۔ (۲) جو دوست کسی مخالف کی کتاب یا ٹریکٹ کا جواب تحریر کریں۔ یا ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ بھی مطلع فرماویں۔ (۳) سلسلہ احمدیہ کے خلاف جو لٹریچر مخالفین کی طرف سے شائع ہو (کتاب یا ٹریکٹ یا اشتہار کی صورت میں) تو جس دوست کو یہ دستیاب ہو۔ وہ اسے نظارت ہذا میں ضرور ارسال کریں۔